حسن معاشرت

تالیف:

فؤاد بن عبد العزیز الشلهوب

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على إمام المتقين سيد ولد عدنان و خليل الرحمٰن محمد بن عبد الله صلى الله عليه وسلم وعلى آله وصحبه وسلم

یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے کہ اس نے ان کے لئے ان کی ہی جنس سے ان کی بیویاں پیدا کی ہیں جن کی قربت سے انہیں سکون حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ومن آياته أن خلق لكم من أنفسكم أزواجا لتسكنوا إليها وجعل بينكم مودة ورحمة إن في ذلك لآيات لقوم يتفكرون "(اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں) اس آیت کریمہ سے کئی اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں؛ ایک یہ کہ وہ خاتون جو رشتۂ نکاح کے ذریعہ آپ سے جڑتی ہے، وہ کسی دوسری جنس سے نہیں ہے، بلکہ وہ آپ کے بیحد قریب ہے، اس کی تخلیق بھی آپ کے وجود سے ہوئی ہے، اس لئے کہ حواء کی تخلیق آدم علیہ السلام سے ہوئی تھی۔ دوسری اہم بات جس کی وضاحت آیت میں کی گئی ہے وہ مودت ورحمت کے الفاظ ہیں، اس سے مراد وہ انسیت اور سکون ہے جسے اللہ تعالیٰ نے شادی شدہ جوڑے کے درمیان قائم کر دیا ہے۔ صرف رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے والا شخص ہی اس انسیت وسکون کو صحیح طور پر بیان کر سکتا ہے اور اس کے راز کو پا سکتا ہے۔ حرام رشتہ استوار کرنے والے مرد و عورت باہمی قربت سے وہ راحت و اطمینان محسوس نہیں کرتے ہیں جو شرعی طور پر شادی شدہ جوڑے محسوس کرتے ہیں۔

اللہ کی شریعت نے انسان کے لئے سب سے زیادہ سیدھے اور ہدایت یافتہ راستہ کا نمونہ پیش کیا ہے۔ دنیا اور آخرت میں ایک کامیاب اور قابل رشک زندگی جینے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقۂ زندگی کی مکمل اتباع کی جائے۔ شریعت محمدی قولی و عملی طریقوں اور رہنمائیوں سے بھری ہوئی ہے جو شوہر اور بیوی کو سعادت و کامرانی سے بھرپور زندگی کی ضمانت دیتی ہے، لیکن بہت سے لوگ اس حقیقت سے واقف ہی نہیں ہیں۔

ہم اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے نبوی طرز حیات کے چند پہلوؤں کو پیش کرنے جا رہے ہیں۔ ہم اس پہلو پر بھی روشنی ڈالیں گے کہ بیویوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز معاشرت کیسا تھا؟ اور اس سلسلہ میں ہم قرآن مجید کی

دو مشہور آیتوں "وعاشروهن بالمعروف" (ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بود و باش رکھو) اور "ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف" (اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ) کو اپنے پیش نظر رکھیں گے۔

ازدواجی معاشرت سے متعلق کچھ نصوص اور واقعات و حوادث کا جائزہ لینے کے بعد میں تقریباً حتمی طور پر یہ بات کہنے کی پوزیشن میں ہوں کہ شوہر و بیوی کے درمیان جو بھی اختلاف و نزاع رونما ہوتا ہے اس میں غلطی و کوتاہی دونوں کی ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شوہر و بیوی کے باہمی اختلاف و نزاع میں ساری غلطی کسی ایک ہی فریق کی ہے۔ صرف معدودے چند معاملات ہی میں کسی ایک فریق کی طرف سے تمامتر غلطیوں کا صدور ہوتا ہے۔ اس قبیل کے کچھ معاملات ان شاء اللہ آگے آئیں گے۔

میں مولائے جلیل سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کتاب کو خیر و برکت سے نواز دے۔ اسے ہمارے لئے قیامت کے دن نفع بخش بنائے اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر خیر کی توفیق دینے والا ہے، اسی کی ذات کریم اور احسان کرنے والی ہے۔وصلى الله وسلّم وبارك على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلّم والحمد الله رب العالمين

ہر ایک کا حق ہے اور ہر ایک کی دوسرے پر کچھ فضیلت ہے

شوہر وبیوی میں سے ہر ایک کا دوسرے پر حق ہے اور ہر ایک کی دوسرے پر کچھ فضیلت ہے۔ یہ بات ان نصوص سے بالکل واضح ہو جاتی ہے جن میں شوہر وبیوی کے حقوق کا بیان ہے۔ ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف" (اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ شوہروں کو بھی بیویوں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے جیسا کہ بیویوں کو حکم ہے کہ وہ شوہروں کے سلسلہ میں اللہ سے ڈریں۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیوی کے لئے زیب وزینت اختیار کروں جیسا کہ میری خواہش ہوتی ہے کہ وہ میرے لئے بناؤ سنگار کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف" [1] (اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ) شوہر وبیوی میں سے ہر ایک کے دوسرے پر کچھ حقوق ہیں، لہذا زوجین میں سے ہر ایک کو دوسرے کا حق ادا کرنا چاہئے۔ بیوی شوہر کے حقوق ادا کرتے ہوئے اس کی اطاعت کرے گی اور اس کے گھر اور مال کی حفاظت کرے گی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے حق کی عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا: "اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں بیوی کو شوہر کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا۔" [2] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون سے دریافت فرمایا: "کیا تم شوہر والی ہو؟" انہوں نے عرض کیا: ہاں، آپ نے دریافت فرمایا: "تم اپنے شوہر کے لئے کیسی ہو؟" خاتون نے عرض کیا: میں ان کی اطاعت کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی ہوں، الّا یہ کہ کوئی کام میری سکت سے باہر ہو۔ آپ نے فرمایا: "تم غور کر لو کہ کہاں تک اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہو، اس لئے کہ وہی تمہاری جنت اور دوزخ ہے۔" [3]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کو بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتے ہوئے فرمایا: "تم لوگ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت قبول کرو۔" [4] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع سے ارشاد

---

1. المغنی (10/220) تحقیق: دکتور الترکی و الحلو، طباعت: دار عالم الکتب
2. سنن ترمذی (1159)
3. مسند احمد (18524)
4. صحیح مسلم (1468)

فرمایا: ”تم لوگ عورتوں کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو، تم نے اللہ کی امان کے ساتھ انہیں حاصل کیا ہے اور اللہ کے کلمہ کے ذریعہ ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے“ [1] .....الحدیث

شوہر سے یہ مطلوب ہے کہ وہ اپنی بیوی کی دلجوئی و مدارات کرے، اس کے دل کو اپنی طرف مائل کرے، اگر اس سے کوئی کمی کوتاہی ہوتی ہے تو اس پر صبر کرے، جب تک کہ اللہ یا اس کا اپنا حق ضائع نہ ہوتا ہو اس کی لغزشوں کو نظر انداز کرے۔ بیوی سے یہ مطلوب ہے کہ وہ ایک اچھی شریک حیات ہونے کا نمونہ پیش کرے اور اللہ کی معصیت کے علاوہ کاموں میں شوہر کی اطاعت کرے۔ اس طرح ازدواجی زندگی راہ راست پر باقی رہے گی اور شوہر و بیوی کو خوش بختی کا احساس ہو گا۔

ایک اچھی و مثالی شادی کی پہلی بنیاد

شادی کا ارادہ رکھنے والے بہت سے نوجوان ایک نہایت اہم پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور وہ ہے نیک، پاکیزہ اور افزائش نسل میں معروف بیوی کا انتخاب۔ کسی عورت کی زندگی کے ان پہلوؤں کو جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ عورتوں سے اس کے بارے میں دریافت کیا جائے، اس خاتون کی ماں کی حالت اور اس کے گھرانہ کے بارے میں معلومات حاصل کی جائے۔ عام طور پر نوجوان خوبصورت عورت سے نکاح کی خواہش رکھتے ہیں یا پھر مالدار یا عالی حسب و نسب والی خاتون کو ترجیح دیتے ہیں۔ بہت کم نوجوان دیندار خاتون سے شادی کرنے کی چاہت رکھتے ہیں جبکہ یہ تمام عورتوں میں سب سے بہتر ہے۔ اگر کوئی شخص عورتوں میں خوبصورتی یا حسب و نسب کا متلاشی ہے تو اس پر کوئی ملامت نہیں ہے، لیکن جو شخص دینداری و خوبصورتی یا دینداری و حسب و نسب کو ایک ساتھ جمع کرنے پر قادر ہو تو اس کے لئے یہ اضافی خیر ہے جسے حاصل کرنے کی اس نے کوشش کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیندار خاتون سے نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے، اس لئے کہ یہ زیادہ بہتر اور باقی رہنے والی چیز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”کسی خاتون سے چار چیزوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے، مال کی وجہ سے، حسب و نسب کی وجہ سے، خوبصورتی کی وجہ سے اور دینداری کی وجہ سے، تم دیندار

---

[1] صحیح مسلم (1218)

خاتون کو ترجیح دو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔"[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ واضح فرمادیا ہے کہ دیندار خاتون دیگر مذکورہ خواتین پر مقدم ہے۔ اگر دو عورتیں جمع ہوں، ایک خوبصورت اور دیندار ہو اور دوسری خوبصورت ہو لیکن دیندار نہ ہو تو نکاح کے معاملہ میں دیندار کو ترجیح حاصل ہوگی، اس لئے کہ شادی کے بعد طویل مدت تک شوہر و بیوی ایک ساتھ رہتے ہیں، اگر طلاق کی نوبت نہ آئے تو یہ مصاحبت آخری عمر تک باقی رہتی ہے۔ اور دیندار خاتون عام طور پر شوہر کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے اور یہ جانتی ہے کہ شوہر کی رضا ہی میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ وہ یہ بھی جانتی ہے کہ شوہر کی اطاعت سے اسے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ وہ یہ بھی جانتی ہے کہ اگر اس نے شوہر کو اس کے حق سے منع کر دیا تو وہ ذات جو آسمان میں ہے وہ اس پر ناراض ہوگی اور فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اس کے بالمقابل غیر دیندار خاتون سے اگرچہ کچھ مدت کے لئے شوہر لطف اندوز بھی ہو تو ان دینی پہلوؤں کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی جن کا بیان ابھی اوپر گزرا ہے اور اگر کچھ دیر کے لئے وہ باتیں اس کے ذہن میں آتی بھی ہیں تو دین پر عمل کرنے کا جذبہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ ان باتوں پر توجہ نہیں دیتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ عورتوں میں کونسی عورت بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: "وہ عورت اچھی ہے جس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کر دے، اسے حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اور اپنے نفس و مال میں ان چیزوں سے بچے جو شوہر کو ناپسند ہو۔"[2] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے: "چار چیزیں خوش بختی کی علامت ہیں؛ نیک بیوی، کشادہ گھر، نیک پڑوسی، آرام دہ سواری۔ اور چار چیزیں بد بختی کی علامت ہیں؛ برا پڑوسی، بری عورت، تنگ مکان اور بری سواری۔"[3]

منگیتر کو دیکھنا معاشرت کو دوام عطا کرتا ہے

یہ ایک سیدھا منہج نبوی اور زندگی کا انوکھا و منفرد راستہ ہے جس کی وجہ سے ممنوع بھی مباح ہو جاتا ہے، یعنی منگیتر کو شادی سے پہلے دیکھنا۔ جس خاتون کو نکاح کا پیغام دیا جاتا ہے وہ ایک اجنبی عورت ہوتی ہے، پیغام نکاح دینے والے سے اس کا

---

1. صحیح بخاری(5090) صحیح مسلم(1466)
2. سنن نسائی(3231) شیخ البانی نے صحیح سنن نسائی(3030) میں اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔
3. شیخ البانی کے بقول: اس روایت کو ابن حبان نے اپنی صحیح (1232) اور خطیب نے التاریخ(12/99) میں نقل کیا ہے۔ اس کی سند شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، اس کے باوجود شریعت مطہرہ نے پیغام نکاح دینے والے کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ اپنی منگیتر کی ظاہری شکل وصورت کو دیکھ لے تاکہ اس کا دل مطمئن ہو جائے اور دیکھنے کے بعد یا تو اس کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو جائے یا نکاح کرنے سے باز رہے۔ جس عورت کو نکاح کا پیغام دیا گیا ہے اسے بھی یہ حق ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو دیکھ لینے کے بعد نکاح میں دلچسپی یا عدم دلچسپی کے تعلق سے اپنا فیصلہ سنائے۔ اس کی وجہ سے زوجین کو باہمی الفت ومحبت حاصل ہوتی ہے اور وحشت ونامانوسیت دور ہوتی ہے۔ یہ ایک پائیدار رشتۂ ازدواج کا سبب ہے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے ایک خاتون کو پیغام نکاح دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اس خاتون کو دیکھ لو، یہ آپس میں دائمی محبت کی ضمانت ہے۔"[1] امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ کچھ علماء نے اس حدیث پر عمل کرنے کی بات کہی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ نکاح کا پیغام دینے والا عورت کے ظاہری سراپے پر ایک نگاہ ڈالے، البتہ جسم کے جن حصوں کو دیکھنا حرام ہے ان پر نگاہ نہ ڈالے۔ امام احمد واسحاق کا یہی قول ہے۔ حدیث نبوی کے الفاظ "أحري أن يؤدم بينكما" کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اس کی ضمانت ہے کہ باہمی الفت ومحبت ہمیشہ قائم رہے گی۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص کسی خاتون کو نکاح کا پیغام دے اور وہ اسے ایک نظر دیکھ لینے کی حالت میں ہو جس کی وجہ سے اس خاتون سے نکاح کرنے کی رغبت میں اضافہ ہو جائے تو وہ ایسا ضرور کرے۔"[2]

شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: نکاح کا پیغام دینے والے کے لئے منگیتر کے جسم کا وہ حصہ دیکھنا جائز ہے جو عام طور پر کھلا ہوتا ہے، لیکن جو حصہ عام طور پر پوشیدہ ہوتا ہے اسے دیکھنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ جسم کا یہ ظاہری حصہ ضرورت کے وقت اصل حرمت سے نکل کر اباحت کے دائرہ میں داخل ہو گیا ہے، لہذا اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس کے لئے صرف چہرہ کو دیکھنا کافی ہے، اس لئے کہ سارے جسم میں یہ سب سے اہم ہے۔ سارا حسن وجمال چہرہ سے ظاہر ہوتا ہے، ہتھیلیوں اور پیروں سے حسن کا کچھ حصہ ظاہر ہوتا ہے۔ گردن اور کپڑے سے ڈھکے ہوئے قد وقامت سے عمومی طور پر حسن وجمال کا اندازہ لگایا

---

1. سنن نسائی(3235) مسند احمد(17671) ابن ماجہ(1866) ترمذی(1087) روایت کے الفاظ سنن ترمذی کے ہیں، امام ترمذی کے بقول: یہ حدیث حسن ہے۔ شیخ البانی نے السلسلۃ الصحیحۃ میں کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے (96)
2. مسند احمد(14176) سنن ابی داؤد(2082) حدیث کے الفاظ مسند احمد کے ہیں، حافظ ابن حجر نے سنن ابی داؤد کی روایت کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔(بحوالہ فتح الباری 9/87)

جاتا ہے۔ ان کے علاوہ جسم کے پوشیدہ حصوں کو دیکھنے کے فائدہ سے زیادہ اس کا نقصان مسلم ہے۔ نیز جسم کے چھپائے جانے والے حصے کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔[1]

تنبیہ: آج کل نکاح کا پیغام دینے والے کچھ لوگ پیغام نکاح قبول ہو جانے کے بعد منگیتر کے ساتھ بیٹھتے ہیں، بلا ضرورت فون پر اس سے بات کرتے ہیں یا شادی کے بعد جس گھر میں نئے جوڑے کو رہنا ہے اسے تیار کرنے اور ضروری ساز و سامان کی خریداری کے لئے گھر سے باہر جاتے ہیں وغیرہ، یہ سب شرعی حکم کی خلاف ورزی ہے۔ پیغام نکاح کے بعد جب تک نکاح نہ ہو جائے منگیتر اجنبی عورت ہی ہوتی ہے۔ پیغام نکاح کی حیثیت شادی کے وعدہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ عقد نکاح کے بعد ان کاموں کو انجام دیا جا سکتا ہے، کیونکہ نکاح ہو جانے کے بعد کسی طرح کی کوئی ممانعت باقی نہیں رہے گی۔

شوہر کی اطاعت

شوہر و بیوی کے درمیان باہمی الفت و محبت تادیر قائم رہنے کے لئے سب سے اہم بیوی کی شوہر کے ساتھ ہم آہنگی اور موافقت اور اللہ کی معصیت کے علاوہ امور میں اس کی اطاعت ہے۔ شوہر و بیوی کے درمیان ناچاقی کی سب سے بڑی وجہ بیوی کی طرف سے شوہر کی مخالفت اور اس کی نافرمانی ہے۔ اگر شادی کے بعد عورت کے والدین شوہر سے علاحدگی اختیار کرنے کا حکم دیں اور اس کے پیچھے شوہر کی دینداری کو مجروح کرنے والا کوئی سبب نہ ہو تو وہ اس معاملہ میں اپنے والدین کی بات نہیں مانے گی، بلکہ اس صورت میں شوہر کی اطاعت ہی اس کے لئے زیادہ مبنی بر حق اور ضروری ہو گی۔ شادی شدہ عورت کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ اس کے لئے شوہر کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی عبادت کے درجہ میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے مرد و عورت کی تخلیق کی ہے اور اسی نے مرد کو قوام (نگراں و ذمہ دار) بنایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے مرد کو اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے حسی و معنوی طاقت عطا کی ہے اور اس کی جسمانی ساخت بھی اس کے حسب حال بنایا ہے۔ جب بیوی شوہر کی اطاعت کو اس نظریہ سے دیکھتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت ہے تو اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور وہ شوہر کی اطاعت سے محظوظ ہوتی ہے، اسے بوجھ نہیں سمجھتی- اور اگر وہ یہ سوچتی ہے کہ اطاعت و قوامیت کے معاملہ میں مرد و عورت کے درمیان کوئی

---

[1] فتاوی ورسائل الشیخ محمد بن ابراہیم (10/11)

فرق نہیں ہے تو اس کی ازدواجی زندگی کی کشتی ہچکولے کھا کر غرقاب ہونے کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ میں نے کتاب کے شروع میں بھی ایسی چند حدیثیں نقل کی ہیں جو شوہر کے حقوق کی عظمت کو اجاگر کرتی ہیں۔ ان احادیث سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک اچھی ومبارک بیوی وہ ہوتی ہے جو اپنے شوہر کی اطاعت کو اپنے لئے لازم کرلیتی ہے۔

اس سلسلہ میں شوہر کو بھی ایک اہم بات یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے شوہر کو قوامیت عطا کی ہے اور بیوی پر اس کی اطاعت کو لازم کیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ قوامیت اور حق اطاعت کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے بیوی کو کوئی ایسا حکم دے گا جو اس کے لئے باعث ضرر ہو، اس لئے کہ دین کا اصول یہ ہے کہ نہ تو کوئی شخص خود نقصان اٹھائے اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچائے۔ شوہر اپنی بیوی کو اس کے والدین سے ملاقات کرنے سے نہیں روکے گا اور اگر بیوی کے والدین شوہر کے گھر آکر بیٹی سے ملنا چاہتے ہوں تو اس سے بھی منع نہیں کرے گا، الا یہ کہ شوہر کو یہ اندیشہ ہو کہ بیوی کے والدین اسے شوہر کے خلاف ورغلا کر اس کے باہمی تعلقات کو بگاڑ دیں گے۔ شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اللہ کی نافرمانی کا کوئی کام کرنے کا حکم دے۔ اگر وہ اس طرح کا کوئی حکم دیتا ہے تو بیوی کے ذمہ اطاعت نہیں ہے۔ اگر شوہر نے اللہ کی معصیت کا کوئی حکم دیا اور بیوی نے اس کی اطاعت نہیں کی، پھر شوہر نے اس پر اسے سزا دی تو اس صورت میں شوہر اللہ کے نزدیک گنہگار ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”اطاعت صرف نیکی وبھلائی کے کاموں میں ہے۔“[1] عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ جماعت انصار کی ایک خاتون نے اپنی بیٹی کی شادی کی، بیماری کی وجہ سے اس کی بیٹی کے بال گرگئے۔ وہ انصاری خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا کہ اس کے شوہر نے مجھے کہا ہے کہ میں اس کے بال میں نقلی بال لگادوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسا نہ کرنا، اس لئے کہ نقلی بال استعمال کرنے والیوں پر لعنت کی گئی ہے۔“[2] بیوی کو شوہر کی اجازت سے ہی نفلی روزہ رکھنے کا حکم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”شوہر کی موجودگی میں بیوی کے لئے نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں

---

1. صحیح بخاری (7145) صحیح مسلم (1840)
2. صحیح بخاری (5205) صحیح مسلم (2123) اس دور میں بہت سی عورتیں اپنی مرضی سے مصنوعی بال استعمال کرتی ہیں، بھویں بنواتی ہیں اور اپنے جسم کو گودواتی ہیں، یہ سب شیطانی کام ہیں، ایک مسلم خاتون اللہ کی نافرمانی کے کام کرنے کی جرءت کیسے کرسکتی ہے جبکہ وہ جانتی ہے کہ شریعت میں ان کاموں کی صریح ممانعت موجود ہے۔ اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ کچھ نام نہاد مفتی جن کا مقام افتاء سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے عورتوں کے مسائل میں فتوی دیتے ہوئے اللہ کے حرام کردہ کاموں کو حلال قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ان سے سمجھے گا۔

ہے، الا یہ کہ وہ اس کی اجازت دے دے نیز وہ شوہر کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو آنے نہیں دے گی۔"1 اس حدیث میں عورت کو شوہر کی موجودگی میں نفلی روزے رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اس لئے کہ شوہر کو بیوی سے قربت کی خواہش ہو سکتی ہے لیکن بیوی کے نفلی روزہ رکھنے کی وجہ سے وہ اپنی خواہش پوری نہ کر سکے گا۔ اسی لئے بیوی کو نفلی روزہ رکھنے سے روکا گیا ہے، الا یہ کہ شوہر کی اجازت مل جائے تب وہ نفلی روزہ رکھ سکتی ہے۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو نفلی روزہ رکھنے سے روک دے تو بیوی کے لئے اس کی اطاعت واجب ہوگی۔ مردوں کو غور کرنا چاہئے کہ شریعت نے زوجین کے مابین الفت و محبت پیدا کرنے اور ازدواجی رشتہ کو باہمی نفرت و کراہیت سے بچانے کا کتنا خیال رکھا ہے۔ اے عورتوں کی جماعت! تم بھی اس پہلو پر غور کرو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خوشی کا خیال رکھتی تھیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے ذمہ رمضان کے قضا روزے ہوتے تھے، میں ان کی قضا صرف شعبان میں کر پاتی تھی اور اس کی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور آپ کے ساتھ مشغولیت ہوا کرتی تھی۔2 نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں: مشغولیت کا مطلب اور ایک دوسری حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ازواج مطہرات رمضان کے روزے کی قضا شعبان کے علاوہ عام دنوں میں نہیں کر پاتی تھیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر زوجہ خود کو آپ کے لئے تیار رکھتی تھی اور کسی بھی وقت آپ کو ضرورت ہوتی تو قربت کے لئے خود کو پیش کرنے کی منتظر رہتی تھی، کسی زوجہ کو اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ کب آپ اسے طلب کر لیں گے، اسی لئے کوئی زوجہ نفلی روزہ رکھنے کے لئے آپ سے اجازت بھی نہیں طلب کرتی تھی کہ کہیں آپ اجازت دے دیں اور آپ کو ان کی خدمت کی ضرورت پڑ جائے اور نفلی روزہ رکھنے کی وجہ سے حصول قربت کا وہ موقع ضائع ہو جائے۔3

شوہر کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ اگر بیوی نفلی روزہ کے لئے اجازت مانگے تو اسے اجازت دے، الا یہ کہ کوئی سخت ضرورت مانع ہو، بلکہ مرد کو چاہئے کہ وہ اپنے اہل و عیال کو نفلی روزہ رکھنے اور زیادہ سے زیادہ خیر و بھلائی کے کاموں کو انجام دینے کی ترغیب دے، اس لئے کہ اطاعت کی کثرت گھر والوں کے لئے سعادت و کامرانی کا سبب بنتی ہے۔

---

1 صحیح بخاری (5195) صحیح مسلم (1026)

2 صحیح بخاری (1950) صحیح مسلم (1146) روایت کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

3 صحیح مسلم بشرح النووی (20/7)

لغزشوں اور ناپسندیدہ باتوں پر صبر

شوہر سے غلطیوں کا صدور ہو سکتا ہے اور کبھی وہ زبان سے ناپسندیدہ بات بھی کہہ سکتا ہے، اس طرح کی کوتاہی اور لغزش بیوی سے بھی ہو سکتی ہے۔ بہت سے لوگ اپنی زبانی اور عملی لغزشوں کا اعتراف نہیں کرتے ہیں اور بیوی کی لغزش کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں، اگرچہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ ازدواجی رشتہ میں ایک دوسرے کے جذبات کو مجروح کرنے یا ایک دوسرے کی ہمیشہ سرزنش کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی ہے، بلکہ پر لطف ازدواجی زندگی کے لئے ایک دوسرے کی کمی کوتاہی سے چشم پوشی کرنا اور باہم نرم رویہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ یا شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو رہی ہو زوجین کو اسی طرح مفاہمت اور نرمی کے رویے پر قائم رہنا چاہئے۔ شوہر کے نزدیک بیوی کی جو حیثیت اور اس کا جو مقام ہونا چاہئے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا ہے کہ "خبردار! تم لوگ عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت قبول کرو، اس لئے کہ یہ تمہارے پاس قیدی کی طرح ہیں۔"[1] اس حدیث نبوی میں لفظ "عوان" استعمال ہوا ہے جس کے معنی قیدی کے ہیں۔ مجھے ایک صحابی کی بات یاد آرہی ہے جو انہوں نے اپنی زوجہ سے کہی تھی: اگر تم مجھے غصہ کی حالت میں دیکھنا تو مجھے راضی و خوش کرنے کی کوشش کرنا، اگر میں تمہیں غصہ کی حالت میں دیکھوں گا تو میں تم کو راضی و خوش کرنے کی کوشش کروں گا، ورنہ ہم لوگوں میں کبھی مصالحت نہیں ہو پائے گی۔ صحابی رسول کی ان باتوں پر غور کیجئے، ان سے ازدواجی زندگی کی اصل صورت حال کا پتہ چلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ازدواجی زندگی ایک حالت پر برقرار نہیں رہتی بلکہ اس میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔ کسی دن شوہر بیوی خوش ہوتے ہیں تو کسی دن ناراض بھی ہوتے ہیں۔ ایک دن آپس میں ہم آہنگی رہتی ہے تو دوسرے دن بے رخی بھی برتتے ہیں۔ جب کبھی ایسی صورت حال پیش آجائے تو غصہ اور بے رخی کے وقفہ کو طویل نہیں ہونے دینا چاہئے، بلکہ زوجین کو جب بھی موقع ہاتھ آجائے آپس کی ناراضگی کو دور کرلینا چاہئے۔ آیئے ہم اس تعلق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی صورت حال کا ایک مختصر جائزہ لیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، حجۃ الوداع کے موقع سے جب وہ حائضہ ہو گئیں تو اس کی وجہ سے عمرہ کی ادائیگی نہیں کر سکیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مناسک حج کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرانے کا مطالبہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارے حج اور عمرہ کا طواف ہی تمہارے لئے کافی ہو گیا، لیکن وہ اپنی ضد پر اڑی رہیں

---

[1] سنن ترمذی (1163) امام ترمذی کے بقول: یہ حدیث حسن صحیح ہے، سنن ابن ماجہ (1851)

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ انہیں مقام تنعیم بھیجا، جہاں سے از سر نو انہوں نے حج کے بعد عمرہ کیا۔ مسلم کی ایک روایت میں جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم مزاج اور آسانی کو ترجیح دینے والے تھے، جب کوئی بات پیش آتی تو اسی کے مطابق اپنے کو ڈھال لیتے۔" [1] اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام کا اس پر اتفاق تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال کے ساتھ آسان، نرم خو، چشم پوشی کرنے والے اور آسانی کو ترجیح دینے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک دوسرا واقعہ ملاحظہ کیجئے جو پہلے واقعہ سے زیادہ اہم ہے۔ صحابی رسول نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آنے کے لئے اجازت طلب کی، انہوں نے باہر ہی سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلند آواز سن لی، جب ابو بکر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر داخل ہوئے تو اپنی صاحبزادی عائشہ رضی اللہ عنہا کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھالیا اور کہا کہ میں نے ابھی ابھی دیکھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند آواز سے بات کر رہی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ کر ان کو روکنے لگے، ابو بکر رضی اللہ عنہ غصہ کی حالت میں گھر سے باہر نکل گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "تم نے مجھ کو کیسا پایا جب میں نے تم کو اس آدمی سے بچایا!" راوی کہتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کچھ دنوں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا رخ نہیں کیا، پھر ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر کے اندر آنے کی اجازت طلب کی، گھر کے اندر گئے تو دیکھا کہ ان دونوں میں مصالحت ہو چکی ہے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا: تم لوگ مجھے حالت امن میں بھی شریک کر لو جیسا کہ تم نے حالت جنگ میں مجھے شریک کیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم نے آپ کو شریک کیا، ہم نے آپ کو شریک کیا۔" [2] اس واقعہ پر غور کیجئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ معاملہ کو کیسے حل کیا، آپ نے نہ تو سختی کی اور نہ ڈانٹ ڈپٹ کیا، بلکہ آپ نے چشم پوشی کی اور صبر وبرداشت سے کام لیا۔ شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کے معاملہ میں صبر وبرداشت سے کام لے، اس کی کچھ لغزشوں اور زبان درازیوں کو نظر انداز کر دے اور بیوی کو چاہئے کہ جھگڑے اور اختلاف کے وقت اگر

---

[1] صحیح مسلم (1213)

[2] مسند احمد (17927) سنن ابی داوٗد (4999) شیخ البانی نے السلسلۃ الصحیحۃ (2901) میں مسند احمد کی روایت کے بارے میں کہا ہے کہ اس کی سند کے رواۃ ثقہ ہیں اور عیزار کے علاوہ تمام رواۃ شیخین کے رواۃ میں سے ہیں، عیزار صرف مسلم کے رواۃ میں سے ہیں۔

شوہر اعراض کر رہا ہے اور خاموشی اختیار کئے ہوئے ہے تو وہ جھگڑے کو طول نہ دے، کیونکہ بسا اوقات شوہر کی خاموشی صبر اور چشم پوشی کا مظاہرہ کرنے کے لئے ہوتی ہے، نہ کہ کمزوری اور لاچاری کی وجہ سے۔

شوہر کے کچھ حقوق

اللہ تعالیٰ نے شوہر کے کچھ واجبی حقوق بیوی کے اوپر عائد کئے ہیں جنہیں ادا کرنا بیوی کی ذمہ داری ہے۔ یہ حقوق مرد کی قوامیت کا لحاظ کر کے عطا کئے گئے ہیں۔ ان حقوق کی ادائیگی طویل رفاقت کی ضمانت ہے۔ چنانچہ اللہ کی نافرمانی کے علاوہ کاموں میں شوہر کی اطاعت کرنا بیوی کے اوپر واجب ہے۔ بیوی شوہر کے گھر، اس کے بچے اور خود اس کی ذات کے تعلق سے جوابدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "عورت شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگراں ونگہبان ہے اور ان سب کے بارے میں وہ جوابدہ ہے۔" [1] بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہیں رکھے گی جبکہ وہ گھر میں موجود ہو، نہ ہی بغیر اجازت اس کے مال کو خرچ کرے گی۔ اگر اس نے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کا مال خرچ نہیں کیا تو بیوی کے لئے بھی نصف اجر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر بیوی نفلی روزہ نہیں رکھے گی، اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے نہیں دے گی اور اگر اس کی کمائی میں سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہیں کرے گی تو اس کے لئے نصف اجر ہے۔" [2]

بیوی اپنے شوہر سے نماز کے لئے مسجد جانے کی اجازت بھی لے گی اور اگر اس کے مسجد جانے میں کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو شوہر کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کو مسجد جانے سے نہ روکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب تمہاری بیویاں رات کے وقت مسجد جانے کے لئے اجازت طلب کریں تو انہیں اجازت دیا کرو۔" [3] عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک زوجہ مسجد جا کر جماعت کے ساتھ فجر اور عشاء کی نمازیں ادا کرتی تھیں، کسی نے ان سے کہا کہ آپ کو پتہ ہے کہ آپ کا مسجد جانا آپ کے شوہر کو ناپسند ہے اور انہیں اس پر غیرت بھی آتی ہے پھر آپ مسجد کے لئے کیوں نکلتی ہیں؟

---

1. صحیح بخاری (2554) صحیح مسلم (1892) حدیث کے الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔
2. صحیح بخاری (5195) صحیح مسلم (1026) الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔
3. صحیح بخاری (865) صحیح مسلم (442) الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

انہوں نے جواب دیا: مسجد جانے سے روکنے میں ان کے لئے کونسی چیز مانع ہے؟ اس شخص نے کہا کہ ان کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مانع ہے کہ "اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں آنے سے نہ روکو" [1]

فائدہ: عمر رضی اللہ عنہ کی جس زوجہ کا تذکرہ ابھی گزرا ان کا نام عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل ہے۔ پہلے وہ عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی زوجیت میں تھیں، ان کی وفات کے بعد وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ عمر رضی اللہ عنہ ان سے کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم، تم کو معلوم ہے کہ تمہارا مسجد جانا مجھے پسند نہیں ہے۔ وہ ان کو یہ جواب دیا کرتی تھیں کہ اللہ کی قسم، میں اس وقت تک مسجد جانا ترک نہیں کروں گی جب تک آپ مجھے روک نہیں دیتے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے انہیں نکاح کا پیغام دیا، وہ بہت زیادہ غیرت مند تھے۔ عاتکہ رضی اللہ عنہا نے ان سے نکاح کی یہ شرط رکھی کہ وہ انہیں مسجد میں با جماعت نماز ادا کرنے سے منع نہیں کریں گے، زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ شرط مان لی اور ان سے نکاح کر لیا۔ جب عاتکہ رضی اللہ عنہا نے عشاء کی نماز کے لئے مسجد جانے کا ارادہ کیا تو یہ بات زبیر رضی اللہ عنہ پر گراں گزری۔ زبیر رضی اللہ عنہ کے تیور کو دیکھ کر عاتکہ رضی اللہ عنہا نے کہا: کیا بات ہے؟ کیا آپ مجھے مسجد جانے سے روکنا چاہتے ہیں؟ (وہ خاموش رہے اور ان کی زوجہ مسجد جاتی رہیں) پھر جب زبیر رضی اللہ عنہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو ایک رات عشاء کے وقت پہلے جا کر راستہ میں چھپ گئے اور عاتکہ رضی اللہ عنہا جب معمول کے مطابق عشاء کی نماز کے لئے گھر سے نکلیں اور راستہ میں زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزریں تو انہوں نے عاتکہ رضی اللہ عنہا کے جسم کے پچھلے حصہ پر ہاتھ سے مارا جس سے وہ بدک گئیں اور آگے جاتی رہیں۔ اگلی رات عاتکہ رضی اللہ عنہا نے اذان سنی تو وہ اپنی جگہ سے نہیں اٹھیں۔ زبیر رضی اللہ عنہا نے کہا: اذان تو ہو گئی (کیا مسجد جانے کا ارادہ نہیں ہے؟) عاتکہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: لوگ بگڑ چکے ہیں، اس کے بعد سے وہ مسجد نہیں گئیں۔

بیوی کے کچھ حقوق

جس طرح شوہر کے حقوق ہیں اسی طرح بیوی کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ بیوی کا حق یہ ہے کہ اسے کھانا کھلایا جائے، اس کی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے مال خرچ کیا جائے، اسے لباس اور پوشاک فراہم کی جائے اور اس کی جنسی خواہش کی تکمیل

---

[1] صحیح بخاری (900)

کی جائے۔ ان حقوق یا ان کے علاوہ حقوق کی عدم ادائیگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے شوہر پر عائد کردہ بیویوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا ہے۔ معاویہ قشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہماری بیوی کا ہمارے اوپر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب تم کپڑا پہنو تو اسے بھی پہناؤ یا تم اپنی کمائی سے اسے کپڑے پہناؤ، تم اس کے چہرے پر نہ مارو، اسے برا بھلا نہ کہو اور اگر تادیباً اس سے علاحدگی اختیار کرلو تو اسے گھر سے باہر نہ نکالو۔“ [1]

ہم یہاں مشہور صحابی ابودرداء رضی اللہ عنہ کا واقعہ اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کو نقل کر رہے ہیں۔ ان دونوں واقعات میں عبرت و نصیحت کا سامان ہے۔ ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان اور ابودرداء رضی اللہ عنہما کے درمیان مواخات کرائی تھی۔ ایک مرتبہ سلمان رضی اللہ عنہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے گئے تو انہوں نے ام درداء رضی اللہ عنہا کو میلے کچیلے کپڑے میں دیکھا، انہوں نے دریافت کیا: تمہاری یہ حالت کیوں ہے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ کے بھائی ابودرداء کو دنیا میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کچھ دیر بعد ابودرداء رضی اللہ عنہ بھی گھر آئے تو انہوں نے سلمان رضی اللہ عنہ کے لئے کھانا تیار کرایا، سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ بھی کھائیے، ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: میں روزے سے ہوں، یہ سن کر سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک آپ نہیں کھائیں گے میں بھی نہیں کھاؤں گا، راوی کہتے ہیں کہ پھر ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بھی کھانا تناول کیا۔ جب رات ہوئی تو ابودرداء رضی اللہ عنہ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے، سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ابھی سو جاؤ تو وہ سو گئے، پھر کچھ دیر بعد نماز کے لئے تیار ہوگئے تو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ابھی سو جاؤ، جب رات کا آخری پہر ہوا تو سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اب نماز کے لئے اٹھ جاؤ، پھر دونوں نے نماز ادا کی۔ تب سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے جسم و جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، تم ہر حقدار کو اس کا حق دیا کرو۔ اس کے بعد ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان باتوں کا تذکرہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سلمان نے سچ کہا۔“ [2] ابودرداء رضی اللہ عنہ بیوی کو چھوڑ کر گھٹیا اور لایعنی کاموں میں مشغول نہیں ہوئے تھے، بلکہ وہ اللہ

---

[1] سنن ابی داؤد (2142) شیخ البانی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری (1968)

عزوجل کی عبادت میں مشغول تھے، وہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور رات کے بیشتر حصہ میں نماز پڑھتے تھے، جس کا یہ معمول ہو تو اس سے بیوی کا حق ادا کرنے میں کوتاہی ہوگی، اسی لئے ابو درداء رضی اللہ عنہ کو اس سے منع کیا گیا۔ اس لئے کہ ان کے معمولات بیوی کی حق تلفی کا سبب بن رہے تھے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ ہی کی طرح عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا معاملہ تھا، وہ بھی دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع فرمایا، اس لئے کہ اس سے بیوی کی حق تلفی ہوتی تھی، نیز اس طرح کا سخت معمول پہلے تو اکتاہٹ کا سبب بنتا ہے پھر انسان اسے ترک کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے دریافت فرمایا: "کیا مجھے یہ معلوم نہیں ہوا ہے کہ تم دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات میں نماز پڑھتے ہو؟" میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کو صحیح خبر ملی ہے۔ آپ نے فرمایا: "تم ایسا نہ کرو، تم روزہ رکھو اور روزہ چھوڑ بھی دو، رات کے کچھ حصہ میں نماز پڑھو اور کچھ حصہ سو کر گزارو، تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔" [1]

میں کہتا ہوں: وہ سارے شوہر حضرات کہاں ہیں جنہوں نے خرچ اٹھانے، کھلانے پلانے، لباس و پوشاک فراہم کرنے اور جنسی خواہش کی تکمیل کرنے میں بغیر کسی عذر کے کوتاہی کی، کوئی بیوی پر اپنا مال خرچ کرنے میں بخالت کرتا ہے، کوئی اپنی بیوی کو نظر انداز کرکے اس کی جنسی خواہش کی تکمیل نہیں کرتا ہے، یا تو دوسری بیوی کے ساتھ مشغول ہونے کی وجہ سے یا حصول دنیا کے پیچھے بھاگنے کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے۔ آج کے ان شوہروں کا حال ابو درداء اور عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے کئی اعتبار سے مختلف ہے اس کے باوجود انہیں بیویوں کی حق تلفی کرنے سے منع کیا گیا چاہے عبادت میں مشغول ہونے کی وجہ سے ہی حق تلفی کیوں نہ ہو۔

کیا بیوی کے لئے شوہر کی خدمت کرنا ضروری ہے؟

بیوی کا شوہر کی خدمت کرنا حسن معاشرت کا حصہ ہے۔ عہد نبوی میں اور عہد نبوی کے بعد بھی یہ چیز معروف تھی۔ صحابیات رضوان اللہ علیہن اپنے شوہر کے لئے کھانا پکاتی تھیں، آٹا گوندھتی تھیں اور برتن و کپڑے دھوتی تھیں، مثلاً نبی کریم

[1] صحیح بخاری (5199) صحیح مسلم (1159) الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی زوجہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما، ان کے علاوہ بھی بہت سی صحابیات اپنے شوہروں کی خدمت انجام دینے کے لئے معروف تھیں۔ لیکن یہ خدمت معروف طریقہ سے ہی انجام دی جائے گی، بیوی کو کسی ایسے کام کا مکلف نہیں کیا جائے جو اسے سخت مشقت میں ڈال دے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ بیوی پر شوہر کی خدمت انجام دینا واجب ہے اور یہی صحیح قول بھی ہے، اس لئے کہ کتاب اللہ میں شوہر کو سید (آقا) کہا گیا ہے [1] اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیوی کو قیدی [2] اور قیدی و غلام کے ذمہ خدمت ہوتی ہی ہے، اس لئے کہ معاشرہ میں یہی بات معروف بھی ہے۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ معمولی خدمت ہی واجب ہے، کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ بیوی کے ذمہ معروف طریقہ پر خدمت انجام دینا ہے، یہی موقف صحیح بھی ہے۔ بیوی بس معروف طریقہ پر خدمت انجام دے گی، یعنی اس جیسی عورت اپنے شوہر کی جو خدمت انجام دے سکتی ہے بس اسی حد تک۔ یہ خدمت صورت حال کے اعتبار سے مختلف ہوگی، چنانچہ بادیہ نشیں خاتون کی خدمت قصبہ میں رہنے والی خاتون کی طرح نہیں ہوگی۔ اور تندرست و توانا خاتون کی خدمت صحت سے کمزور خاتون کی طرح نہیں ہوگی۔ [3]

بیوی کو لعن طعن اور زدوکوب کرنا اچھے مسلمان کا شیوہ نہیں ہے

یہ آدمی کی بدخلقی اور بری صفات میں سے ہے کہ وہ اپنی بیوی کے لئے جلاد بن جائے یا اسے ہمیشہ لعنت ملامت کرے۔ شوہر کا بیوی کو مارنا مطلقاً جائز نہیں ہے بلکہ چند شرائط کے ساتھ جائز ہے، شریعت نے اس کی حد مقرر کی ہے۔ اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: "فعظوهن و اهجروهن في المضاجع و اضربوهن فإن أطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا إن الله كان عليا كبيرا" (انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دو، پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے) اس طرح بیوی کو پہلے نصیحت کی جائے گی، پھر دوسرے مرحلہ

---

[1] اس سے مراد قرآن کی یہ آیت ہے: "و ألفيا سيدها لدى الباب" یہ عزیز مصر کی بیوی کے ساتھ یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے۔

[2] اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: "استوصوا بالنساء خيرا فإنهن عوان عندكم" یہ حدیث پہلے بھی نقل کی جا چکی ہے۔

[3] فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ (34/90)

میں اسے الگ بستر میں چھوڑ دیا جائے گا، پھر تیسرے مرحلہ میں ہلکی مار[1] کا سہارا لیا جائے گا۔ قرآن مجید میں مذکور بیوی کی تادیب کے تمام مراحل سے گزرنے کے بعد ہی شوہر بیوی کو ہلکے طور پر مارے گا، وہ ایسی مار ہوگی جو تکلیف دہ نہ ہو، وہ مار برائے تادیب ہوگی، غصہ اور بھڑاس نکالنے کے لئے نہیں ہوگی!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر عورتوں کو مارنے سے منع فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی بندیوں کو مت مارو۔ عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: عورتیں اپنے شوہر کے سامنے جری ہو گئی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہلکے طور پر مارنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کی شکایات لے کر پہنچیں تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آل محمد کے پاس بہت سی عورتیں شوہروں کی شکایتیں لے کر آئی ہیں، جن کی شکایات ملی ہیں وہ تمہارے معاشرے کے اچھے لوگ نہیں ہیں۔"[2]

اسی تعلق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی قابل غور ہے: "کوئی شخص اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح کوڑے نہ مارے، پھر رات میں اس کے ساتھ مباشرت کرے۔"[3] اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کو مارنے اور بیوی کو مارنے کے درمیان فرق کیا ہے۔ نیز ایک عقلمند انسان کی سوچ وفہم سے یہ بات بعید ہے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کو دن میں بری طرح پیٹے گا پھر رات میں اس کے ساتھ مباشرت کرے گا، اس لئے کہ تکلیف دہ مار کو جھیلنے کے بعد بیوی کے مزاج میں شوہر سے تنفر کا پیدا ہونا فطری ہے اور جنسی عمل میں ایک دوسرے سے بھرپور لطف اندوزی تبھی ممکن ہے جبکہ دونوں کا ایک دوسرے کی طرف میلان اور رغبت ہو۔

جہاں تک بیوی کو لعن طعن کرنے کا معاملہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اسے اللہ کی رحمت سے دور ہونے کی بد عادی جائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث میں اس بات کی مذمت آئی ہے اور اس ناپسندیدہ عمل سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جس نے کسی ایسی چیز پر لعنت کی جس کی وہ

---

[1] صحیح مسلم (1218)

[2] سنن ابی داؤد (2146) شیخ البانی نے صحیح ابی داؤد (1879) میں اسے صحیح کہا ہے۔

[3] صحیح بخاری (5204)

اہل نہیں تھی تو وہ لعنت لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔"[1] ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لعنت کرنے والوں کو قیامت کے دن شفاعت کرنے والے اور شہادت دینے والے کا مرتبہ حاصل نہیں ہو گا۔"[2] ان احادیث کی روشنی میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر شوہر اپنی ذات سے سب سے قریب انسان یعنی اپنی شریک حیات کو لعن طعن کرتا ہے تو یہ کتنا برا عمل ہے!

یہ بات بھی جان لینا چاہئے کہ لعن طعن کرنے کی عادت مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کے اندر زیادہ پائی جاتی ہے۔ اس کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو نماز عید کے بعد بطور وعظ ونصیحت ان کے سامنے فرمایا تھا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اے عورتوں کی جماعت! تم لوگ صدقہ وخیرات کیا کرو، اس لئے کہ جہنمیوں میں میں نے تمہاری ہی تعداد سب سے زیادہ دیکھی ہے۔ خواتین نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! جہنم میں عورتوں کی کثرت تعداد کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "تم لوگ بہت زیادہ لعن طعن کرتی ہو اور اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہو۔"[3] الحدیث

شیخ محمد بن ابراہیم سے ایسے شوہر کے بارے میں دریافت کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو لعن طعن کیا ہو تو انہوں نے کہا کہ چونکہ شوہر کا بیوی کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم ہوتا ہے، لہذا شوہر بیوی کو لعن طعن نہیں کرے گا، البتہ کوئی شوہر بیوی کو لعن طعن کرنے کے بعد اگر اس کے بارے میں دریافت کرتا ہے تو وہ بیوی کی عزت پر حملہ کرنے والا سمجھا جائے گا اور اس کی وجہ سے وہ گنہگار بھی ہو گا۔ صحیح حدیث نبوی میں وارد ہے کہ مومن کو لعن طعن کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔ اس گناہ کے ارتکاب کے بعد اسے توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بیوی کے ساتھ اچھے طریقہ سے زندگی گزارنا چاہئے۔[4]

---

1. سنن ابی داؤد (4908) شیخ البانی نے صحیح ابی داؤد (4102) میں اسے صحیح کہا ہے۔
2. صحیح مسلم (2598)
3. صحیح بخاری (304) صحیح مسلم (80)، الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔
4. فتاوی ورسائل الشیخ محمد بن ابراہیم (10/266)

بستر کے رازوں کو فاش کرنے کی ممانعت

شوہر وبیوی کے باہمی حسن معاشرت میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے درمیان مباشرت اور باہم لطف اندوزی کے جو کام انجام پائیں ان کے بارے میں دونوں کسی کو بھی نہ بتائیں، اس لئے کہ ایسا کرنا شرعاً حرام ہے اور یہ امانت میں خیانت اور بدترین معاشرت کی علامت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "قیامت کے دن مقام کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین شوہر و بیوی وہ ہوں گے جو ایک دوسرے کے ساتھ خلوت میں ملتے ہوں اور اس کے رازوں کو فاش کرتے ہوں۔" [1] ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک امانت میں سب سے بڑی خیانت یہ ہوگی کہ شوہر بیوی سے خلوت میں ملے اور بیوی شوہر کے ساتھ خلوت میں رہے، پھر دونوں خلوت کے رازوں کو فاش کردیں۔" [2] ان دونوں احادیث نبویہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شوہر وبیوی کا مباشرت اور باہم لطف اندوزی کے واقعات کو دوسروں سے بیان کرنا حرام ہے۔ شیخ محمد بن ابراہیم کہتے ہیں: اس سے مراد شوہر وبیوی کے وہ راز ہیں جو بستر میں ایک دوسرے کے ساتھ لیٹنے اور مباشرت کرنے سے متعلق ہوتے ہیں، لطف اندوزی کے لئے شوہر وبیوی کے درمیان بہت سے امور انجام پاتے ہیں، یہ امانت ہے، اس راز کو فاش کرنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو مروءت وانسانیت اور عقل و دانش کے اعتبار سے کمزور ہوتے ہیں۔ یہ بدترین معاشرت کا نمونہ ہے۔ [3]

میں کہتا ہوں: اس دور میں اس طرح کی حرکتیں عورتوں سے بکثرت سرزد ہوتی ہیں۔ اس قبیل کا کوئی بھی فعل ممانعت میں شامل ہے۔

نماز نہ پڑھنے والے کے ساتھ رہنے کا حکم

بعض گھرانے اس وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہیں کہ یا تو ان کے شوہر بے نمازی ہیں یا ان کی بیویاں بے نمازی ہیں۔ یہاں پر نماز کی فرضیت یا بے نمازی کا حکم بیان کرنا مقصود نہیں ہے، اس لئے کہ اس کے بارے میں سب کو معلوم ہے۔ یہاں یہ بتانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ بے نمازی بیوی کے ساتھ شوہر کے رہنے یا بے نمازی شوہر کے ساتھ بیوی کے زندگی گزارنے

---

1. صحیح مسلم (1437)
2. صحیح مسلم (1437)
3. فتاوی ورسائل الشیخ محمد بن ابراہیم (10/277)

کا کیا حکم ہے؟ اس میں شک نہیں کہ یہ شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی کو نماز پڑھنے کا حکم دے جبکہ وہ دیکھ رہا ہو کہ نماز کی ادائیگی میں کوتاہی ہو رہی ہے۔ شوہر کو اس معاملہ میں صبر و برداشت سے کام لینا چاہئے اور مسلسل اپنی بیوی پر محنت کرنی چاہیے تاکہ وہ نمازی بن جائے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید رکھنی چاہئے۔ اگر بیوی نماز پڑھنے سے انکار کرے یا جان بوجھ کر نماز ترک کر دے تو شوہر اسے سمجھائے اور اللہ کی پکڑ کا خوف دلائے، اس کے باوجود اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو اس سے قطع تعلق کرلے، اس کے باوجود وہ نماز پڑھنے کے لئے تیار نہ ہو تو اسے بطور تادیب ہلکی مار مارے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ نماز نہ پڑھنے پر مصر ہو تو سمجھ لے کہ اس کے اندر کوئی خیر نہیں ہے، لہذا اس سے ہمیشہ کے لئے علاحدگی اختیار کرلے۔ بچوں کی ایسی مائیں ہر طرح کے خیر سے محروم ہوتی ہیں جو نماز قائم نہیں کرتیں۔

اگر صورت حال یہ ہو کہ بیوی نمازی ہو اور شوہر بے نمازی ہو تو بیوی شوہر کو سمجھائے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کا خوف دلائے گی، اس کے لئے مسلسل کوشش کرتی رہے گی، اگر اس کے باوجود وہ نماز نہ پڑھنے پر مصر ہو تو وہ اسے قربت کا موقع نہ دے گی۔ اگر اس کے بعد بھی وہ نماز کی طرف راغب نہ ہو تو اس سے ہمیشہ کے لئے علاحدگی اختیار کرلے گی، اس لئے کہ ایسے شوہر میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جو نماز کی طرف بالکل ہی راغب نہ ہو اور ایسے شوہر کے ساتھ اس کا زندگی گزارنا جائز نہیں جو نماز سے بالکل بیگانہ ہو، کیونکہ وہ کافر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ہمارے اور کافروں کے درمیان نماز کا عہد ہے، جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔" [1] شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے کسی خاتون نے اپنے بے نمازی شوہر کی شکایت کی تو انہوں نے کہا کہ جب شوہر نہ تو گھر میں نماز پڑھتا ہے نہ جماعت کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا ہے تو وہ کافر ہے اور اس کے ساتھ تمہارا نکاح فسخ ہونے کے لئے یہ کافی ہے، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا کر دے اور وہ نمازی بن جائے۔ تمہارے والد، بھائیوں اور گھر والوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس معاملہ کی طرف توجہ مبذول کریں، وہ لوگ تمہارے شوہر سے کہیں کہ وہ یا تو اسلام کی طرف لوٹ آئے یا فسخ نکاح کے لئے تیار ہو جائے۔ جب تک تم اس بے نمازی شوہر کے گھر میں رہو اس کے ساتھ مباشرت و مقاربت سے دور رہنا ہو گا اس لئے کہ تم اس بے نمازی شوہر کے لئے حرام ہو، یہاں تک کہ وہ اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ [2]

---

[1] مسند احمد (22428) سنن نسائی (4463) سنن ترمذی (2621) امام ترمذی کے بقول: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

[2] فتاوی منار الاسلام (64/3)

میں کہتا ہوں: اکثر گھرانوں کے لوگ جو ترک نماز کے عادی ہیں انہیں آپ تنگی کی زندگی میں پائیں گے، اگرچہ ان کے پاس مال واسباب کی کوئی کمی نہ ہو، اس کے باوجود وہ مشکلات میں گھرے ہوں گے، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج سے دوری بنارکھی ہے۔ اللہ عزوجل نے سچ کہا ہے: "ومن أعرض عن ذكري فإن له معيشة ضنكا" (اور (ہاں) جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی)

اہل وعیال کی اچھی طرح دیکھ ریکھ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا" (اے ایمان والو! خود کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "تم میں سے ہر شخص نگراں و نگہبان ہے اور ہر شخص جوابدہ ہے، امام وقت نگراں اور جوابدہ ہے، مرد اپنے اہل وعیال کا نگراں ہے اور ان کے بارے میں جوابدہ ہے۔"[1] ... الحدیث

اہل وعیال کی دیکھ بھال اور ان کی نگرانی و نگہبانی کے تعلق سے یہ ربانی و نبوی منہج ہے جس کی وضاحت آیت کریمہ اور حدیث نبوی میں کی گئی ہے۔ اہل وعیال کی بہترین دیکھ ریکھ یہ ہے کہ انہیں فرض نمازوں اور دیگر تمام واجبات کو ادا کرنے کا حکم دیا جائے، انہیں نیکی کے مواقع کو غنیمت سمجھنے اور ان سے فائدہ اٹھانے اور نفلی عبادات کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرنے کی ترغیب دی جائے۔

اہل وعیال کے ساتھ خیر خواہی اور ان کی بہتر دیکھ بھال میں سے یہ بھی ہے کہ دینی و دنیاوی اعتبار سے جو چیزیں ان کے لئے نقصاندہ ہیں ان سے ان کی حفاظت کی جائے۔ دین کی حفاظت دنیاوی امور کی حفاظت پر مقدم ہے، لہٰذا گھر کا ذمہ دار مرد اپنے اہل وعیال کو فتنوں کے حوالہ نہ کرے، انہیں برائیوں سے دور رکھنے کی کوشش کرے اور رب تعالیٰ کے غصہ کو بھڑکانے والے گناہوں سے انہیں بچانے کی پوری کوشش کرے۔

---

[1] صحیح بخاری (5188)

اہل وعیال کی بہترین دیکھ ریکھ میں سے یہ بھی ہے کہ ان کی ضروری دینی تعلیم کا انتظام کرے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو ان کے لئے ان اسباب ووسائل کو مہیا کرے جن سے وہ دین کی جانکاری حاصل کر سکیں۔ ان میں بھی جو سب سے زیادہ اہم ہے اس سے آغاز کرے مثلاً طہارت، نماز اور غسل جنابت وغیرہ دینی مسائل کو سکھانے کا سب سے پہلے انتظام کرے۔

اہل وعیال کی بہترین نگہداشت میں سے یہ بھی ہے کہ شوہر اپنے گھر والوں سے اتنی لمبی مدت تک دور نہ رہے جس سے ان لوگوں کو ضرر لاحق ہو، حصول رزق کے لئے اسفار کو اس قدر طویل نہ کرے کہ اس کی طویل غیر موجودگی ان کے لئے ناقابل برداشت ہو جائے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے صوبائی گورنروں کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ کوئی مجاہد یا سرحد کی نگرانی پر مامور کوئی سپاہی چھ ماہ سے زائد عرصہ تک اپنے اہل وعیال سے دور نہ رہے۔ یہ سارے اقدامات گھر میں اکیلی رہنے والی بیویوں کے دفع ضرر کے لئے کئے گئے تھے۔

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کہتے ہیں: اگر شوہر چھ ماہ سے زائد عرصہ سے گھر سے باہر سفر میں ہو اور بیوی اسے گھر آنے کے لئے کہے تو اس کا گھر آنا ضروری ہے، الا یہ کہ حج فرض کے لئے سفر میں ہو یا فرض جہاد کی وجہ سے گھر سے دور ہو یا وہ گھر واپس لوٹنے پر قادر نہ ہو۔ اگر شوہر بغیر کسی مانع عذر کے گھر آنے سے انکار کر دے اور بیوی اس بناء پر علاحدگی کا مطالبہ کر دے تو حاکم وقت شوہر سے خط وکتابت کرنے کے بعد دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا، اس لئے کہ شوہر نے ایک ایسے حق کی ادائیگی کو ترک کیا ہے جس کی وجہ سے بیوی کو نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ شیخ تقی الدین کہتے ہیں: شوہر کے مباشرت ترک کر دینے کی وجہ سے بیوی کو جو ضرر لاحق ہوتا ہے وہ ہر حال میں فسخ نکاح کا متقاضی ہے، چاہے شوہر کی طرف سے یہ لاتعلقی بالارادہ ہو یا بلا ارادہ ہو اور اگر اس نے مباشرت پر قدرت رکھنے کے باوجود ترک تعلق کیا ہو یا وہ مباشرت پر قادر ہی نہ ہو دونوں صورتوں میں یہ معاملہ بیوی کا خرچ اٹھانے ہی کی طرح ہے، یعنی قدرت رکھنے کے باوجود بیوی کا خرچ نہ اٹھائے یا خرچ اٹھانے پر قادر ہی نہ ہو دونوں صورتوں میں بیوی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہو گا اور مباشرت کے معاملہ میں بیوی کو یہ حق بدرجہ اولیٰ حاصل ہو گا۔[1]

فائدہ: جب مرد اپنے بال بچوں سے کچھ عرصہ سے دور ہو تو وہ بغیر اطلاع کے رات کے وقت اپنے گھر نہ جائے۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ رات کے وقت

---

[1] الملخص الفقھی (2/290-295)

اچانک اپنے اہل و عیال کے پاس پہنچ جائے۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص جب رات کے وقت طویل سفر سے واپس آئے تو وہ بغیر اطلاع کے اچانک اپنے اہل و عیال کے پاس نہ پہنچے، یہاں تک کہ ایک عرصہ سے تنہا رہنے والی عورت اپنے جسم کی صفائی کرلے اور پراگندہ بال والی عورت کنگھی کرلے۔" صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو رات میں اچانک گھر پہنچنے سے منع فرمایا ہے جیسے کہ وہ گھر والوں کی پوشیدہ صورت حال کا ٹوہ لینا چاہتا ہو یا ان کی لغزشوں کو ڈھونڈنے کا ارادہ رکھتا ہو۔"[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل سفر سے آنے والے کے لئے رات میں گھر نہ جانے کا سبب بیان فرمادیا ہے اور وہ یہ ہے کہ بیوی کو شوہر سے ملاقات کے لئے تیاری کرنے کا موقع مل جائے اور تیار نہ ہونے کی وجہ سے شوہر کو بیوی کے اندر کوئی ایسی چیز نظر نہ آجائے جو اس کے لئے باعث تنفر ہو۔ یہ ممانعت اس وجہ سے بھی ہے تاکہ شوہر کو بیوی کے تعلق سے کوئی شک نہ ہو۔ اگر بیوی اور بچوں کو مرد کی آمد کا وقت معلوم ہو تو اس صورت میں ممانعت و رکاوٹ ختم ہو جائے گی، پھر مرد کسی بھی وقت اپنے گھر میں داخل ہو سکتا ہے۔

مباشرت کے آداب اور اس کے متعلقات

یہ شریعت کے محاسن میں سے ہے کہ اس نے مباشرت کے معاملہ کو نظر انداز نہیں کیا ہے، بلکہ اس کے بھی آداب و حدود مقرر کئے ہیں۔ ان آداب کی رعایت کرنے والے کو بیوی کے ساتھ انسیت حاصل ہوتی ہے، اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی پیروی بھی ہے اور اس کی برکت سے پیدا ہونے والے بچے شیاطین کے تسلط سے محفوظ رہتے ہیں بلکہ شریعت نے جنسی خواہش کے نقطۂ عروج کو صحیح راستہ کی طرف موڑ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "فلاں عورت میرے پاس سے گزری تو میرے دل میں عورتوں سے ملنے کی شہوت پیدا ہوئی تو میں اپنی ایک زوجہ کے پاس گیا اور اس سے اپنی جنسی

---

1. صحیح بخاری (1801) صحیح مسلم (715) کتاب الإمارۃ

خواہش پوری کی، تم لوگ بھی ایسا ہی کیا کرو، اس لئے کہ حلال طریقہ سے جنسی خواہش کی تکمیل تمہارے بہترین اعمال میں سے ہے۔"[1]

مباشرت کے آداب اور اس کے متعلقات میں سے چند کا بیان مندرجہ ذیل ہے:

(الف) بیوی کا شوہر کے ساتھ بستر پر آنے سے منع کرنا حرام ہے۔

اس میں اس عورت کے لئے سخت وعید ہے جسے اس کا شوہر اپنے بستر پر بلائے اور وہ اس کی بات ماننے سے انکار کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلاتا ہے اور وہ آنے سے انکار کر دیتی ہے تو وہ ذات اس سے ناراض ہوتی ہے جو آسمان میں ہے، یہاں تک کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو جائے۔" صحیح بخاری کی ایک روایت میں منقول ہے کہ "جب شوہر بیوی کو اپنے بستر پر بلاتا ہے اور وہ آنے سے انکار کر دیتی ہے جس کی وجہ سے شوہر غصہ کی حالت میں رات گزارتا ہے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت بھیجتے ہیں۔"[2] ان دونوں احادیث میں یہ بات واضح طور پر بتا دی گئی ہے کہ جب بیوی کسی شرعی عذر کے بغیر شوہر کے ساتھ بستر پر آنے سے انکار کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس عورت سے ناراض ہوتا ہے اور فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اللہ کی ناراضگی اور فرشتوں کی لعنت کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ بیوی توبہ کر کے شوہر کی اطاعت کے لئے تیار نہ ہو جائے یا شوہر اس سے راضی ہو جائے یا طلوع فجر ہو جائے۔ اس معاملہ میں بہت سی عورتوں نے تساہلی اختیار کر رکھی ہے، بلکہ کچھ بیویاں طویل مدت تک شوہروں کے بستروں سے علاحدہ رہتی ہیں، کبھی یہ سلسلہ کئی مہینوں تک چلتا ہے اور وہ شوہر کے بستر پر آنے سے انکار کرتی رہتی ہیں۔ اللہ کی قسم، اس طرح کی عورتیں کیسے چین وسکون کی زندگی گزارتی ہیں اور کیسے اللہ کی ناراضگی اور فرشتے کی لعنت کو برداشت کر لیتی ہیں؟

جب بیوی بیمار ہو یا حاملہ ہو اور مباشرت سے اسے تکلیف ہوتی ہو یا نقصان ہوتا ہو یا وہ حیض ونفاس کی حالت سے گزر رہی ہو تو اس صورت میں شوہر کے بستر کو چھوڑنے کے لئے اس کے پاس شرعی عذر موجود ہے، اس لئے کہ اسلام کا اصول ہے کہ نہ تو نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ، الا یہ کہ شوہر مباشرت کے علاوہ دوسرے طریقہ سے لطف اندوز ہونے کا

---

[1] مسند امام احمد (17567) شیخ البانی نے السلسلة الصحيحة (235) (1/417) میں کہا ہے کہ یہ سند ان شاء اللہ حسن ہے۔

[2] صحیح بخاری (3237) صحیح مسلم (1736)

خواہشمند ہو اور اس صورت میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ بھی نہ ہو تو اس صورت میں بیوی کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ شوہر کی اطاعت کرے اور مقاربت سے منع نہ کرے۔

شوہر کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرے اور انہیں تنگی میں نہ ڈالے۔ اگر بیوی بیمار نظر آرہی ہو یا اسے مباشرت سے تکلیف ہو رہی ہو تو شوہر کو چاہئے کہ وہ اس کام سے کچھ عرصہ اعراض کرے، بیوی پر سختی نہ کرے، نہ اسے تنگی میں ڈالے اور پر مشقت عمل کے لئے اسے مکلف نہ کرے۔ یہی حسن معاشرت ہے۔

اسی کے ساتھ شوہر کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ بیوی کو نظر انداز کر کے اسے مشقت میں نہ ڈالے اور طویل مدت تک اس کے ساتھ جنسی تعلق قائم نہ کر کے اسے آزمائش میں مبتلا نہ کرے جبکہ بیوی کو اس کی خواہش ہو۔ عورتوں کو اس طرح کے معاملات میں عام طور پر حیا دامن گیر ہوتی ہے، لہذا بیوی کی جنسی خواہش پوری کر کے اس کی پاک دامنی کو یقینی بنانا شوہر پر واجب ہے۔ عقلمند شوہر بیوی کی جنسی خواہش کو علامتوں کے ذریعہ پہچان لیتا ہے، شوہر کو ان علامات کے ذریعہ بیوی کے جنسی میلان کا علم ہو جاتا ہے۔ یہ حسن معاشرت کا حصہ ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: مرد کے لئے واجب ہے کہ وہ معروف طریقہ سے بیوی کی جنسی خواہش پوری کرے۔ شوہر کے اوپر بیوی کا یہ سب سے زیادہ ضروری حق ہے۔ یہ بیوی کو کھانا کھلانے سے بھی زیادہ اہم ہے۔ بیوی کے ساتھ مباشرت واجب ہے، ایک قول کے مطابق ہر چار ماہ میں ایک مرتبہ واجب ہے، دوسرے قول کے مطابق بیوی کی ضرورت اور شوہر کی قدرت کے اعتبار سے واجب ہے جیسے کہ بیوی کی ضرورت اور اپنی قدرت کے مطابق اسے کھانا کھلاتا ہے اسی طرح اپنی استطاعت اور بیوی کی ضرورت کے مطابق جنسی خواہش بھی پوری کرے گا۔ دونوں اقوال میں یہ سب سے زیادہ صحیح قول ہے، واللہ اعلم [1]

فائدہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حدیث نبوی: "جب بیوی اپنے شوہر کے بستر کو چھوڑ کر رات گزارتی ہے تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ وہ واپس آجائے۔"[2] کے ضمن میں کئی فوائد کو ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں

---

[1] مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ (32/271)

[2] صحیح بخاری (5194)

بیوی کی اس بات کی طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ وہ شوہر کا ساتھ دے اور اس کی رضاو خوشی کو حاصل کرے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مباشرت ترک کرنے کے معاملہ میں مرد کا صبر عورت کے صبر سے زیادہ کمزور ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرد کا ذہن و دماغ جنسی خواہش کو لے کر سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے، اسی لئے شارع نے عورتوں کو اس معاملہ میں شوہروں کا ساتھ دینے کی ترغیب دی ہے۔[1]

(ب) مباشرت سے پہلے دعا

اس سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند صحیح احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث نبوی میں آیا ہے کہ "تم میں سے کوئی جب اپنی بیوی سے مباشرت کا ارادہ رکھتا ہو تو پہلے یہ دعا پڑھے: "بسم الله اللهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا" (اللہ تعالیٰ کے نام سے، اے اللہ تو شیطان سے ہمیں بچا اور تو مجھے جو اولاد عطا کر اسے بھی شیطان کے شر سے محفوظ رکھ) اگر ان دونوں کے لئے کوئی بچہ مقدر کیا جاتا ہے تو وہ ہمیشہ شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔"[2]

شیطان ہر وقت بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے، یہاں تک کہ بیوی کے ساتھ مباشرت کے وقت بھی اس کے پاس موجود ہوتا ہے۔ جب مباشرت کرنے والا مباشرت کا ارادہ کرنے کے بعد اس دعا کو پڑھ لیتا ہے تو شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے اور ہونے والے بچہ پر شیطان کا کوئی اثر نہیں رہتا ہے۔

(ت) بیوی سے جنسی لذت حاصل کرنے کے ضوابط

پہلا ضابطہ: حالت حیض یا نفاس میں بیوی کے ساتھ مباشرت کرنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ويسألونك عن المحيض قل هو أذى فاعتزلوا النساء في المحيض ولا تقربوهن حتى يطهرن فإذا تطهرن فأتوهن من حيث أمركم الله" (آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ، ہاں جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے) انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ یہودیوں کا حال یہ تھا کہ جب ان کی عورتیں حائضہ

1۔ فتح الباری (10/206)
2۔ صحیح بخاری (6388) صحیح مسلم (1434)

ہوتیں تو ان کے ساتھ نہ تو کھاتے پیتے اور نہ گھروں کے اندر انہیں اپنے سے قریب ہونے دیتے۔ صحابہ کرام نے اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل کی "يسألونك عن المحيض الخ" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم حالت حیض میں اپنی بیویوں سے ہر طرح سے لطف اندوز ہو سکتے ہو سوائے مباشرت کے۔" [1] الحدیث

کچھ شوہر ایسے ہیں جو حالت حیض میں اپنی بیویوں کے بستر الگ کر دیتے ہیں اور انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے برخلاف ہے اور بیوی جس حالت سے گزر رہی ہوتی ہے اس میں نقصاندہ ہے۔ حالت حیض میں بیوی کو نفسیاتی پریشانیوں کا سامنا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کے مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے اس سے وہ نفسیاتی طور پر کمزوری محسوس کرتی ہے، اس کے بعد جب شوہر بھی اٹھنے بیٹھنے اور سونے جاگنے میں اس سے دوری اختیار کر لیتا ہے، کچھ شوہر ایسے ہیں جو یہودیوں کی طرح حالت حیض میں بیوی کے ساتھ کھانا پینا بھی چھوڑ دیتے ہیں تو اس کی وجہ سے حالت حیض میں عورت کی حالت اور زیادہ بدتر ہو جاتی ہے۔

اس معاملہ میں شوہروں کے لئے خانوادۂ نبوی کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے کہ حالت حیض میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں کے ساتھ کس طرح رہن سہن ہوا کرتا تھا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک کمبل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی، اچانک مجھے حیض آگیا تو میں وہاں سے کھسک گئی، پھر میں نے حیض کے کپڑے پہن لئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تم کو حیض آگیا؟ میں نے کہا: ہاں، آپ نے مجھے بلایا تو میں دوبارہ آپ کے ساتھ کمبل میں لیٹ گئی۔ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت حیض میں میرے ساتھ لیٹتے تھے، میرے اور آپ کے درمیان صرف ایک کپڑا ہوتا تھا۔ [2] عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حالت حیض میں ہوتی تھی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں ٹیک لگا کر قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ وہ مزید بیان کرتی ہیں کہ میں حالت حیض میں کوئی چیز پیتی، پھر اس برتن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا

---

1. صحیح مسلم (302)
2. صحیح مسلم (295) (296)

دیتی، آپ اسی جگہ منہ لگا کر پیتے جہاں سے میں نے پیا ہوتا، میں حالت حیض میں گوشت لگی ہڈی منہ میں ڈالتی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسے بڑھا دیتی تو آپ اسی جگہ منہ لگا کر کھاتے جہاں سے میں نے کھایا ہوتا۔ 1

دوسرا ضابطہ: بیوی کے دبر میں مباشرت حرام ہے

جہاں تک عورتوں کے دبر میں مباشرت کرنے کی بات ہے تو اسے لواطت صغری کہا گیا ہے اور ایسا کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیوی کے دبر میں مباشرت کرنے والا ملعون ہے۔" 2 ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف رحمت کی نظر نہیں کرے گا جس نے اپنی بیوی کے دبر میں مباشرت کی۔" 3 شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کہتے ہیں: عورت کے دبر میں مباشرت کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور یہ گناہوں میں بدترین گناہ ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "عورت کے دبر میں مباشرت کرنے والا ملعون ہے۔" ایک دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف رحمت کی نظر نہیں کرے گا جس نے کسی مرد یا عورت کے دبر میں مباشرت کی۔" جس سے یہ گناہ سرزد ہو جائے اسے خالص توبہ کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کی تعظیم، اس کی سزا سے بچنے اور اپنے گناہ پر اظہار ندامت کی خاطر اس گناہ عظیم کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینا چاہئے، اسے پختہ عزم کرنا چاہئے کہ وہ دوبارہ اس گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ نیز اسے بڑھ چڑھ کر نیکی کے کاموں میں حصہ لینا چاہئے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ علماء کے صحیح قول کے مطابق دبر میں مباشرت کرنے والے پر کوئی کفارہ نہیں ہے، اس کی وجہ سے اس کی بیوی اس کے لئے حرام نہیں ہوگی بلکہ وہ اس کے نکاح میں باقی رہے گی۔ اس گناہ عظیم کے ارتکاب میں بیوی کے لئے شوہر کی اطاعت ضروری نہیں ہے، بلکہ بیوی کے لئے گناہ کے اس کام سے باز رہنا واجب ہے اور اگر شوہر اس گناہ سے توبہ کرنے کے لئے راضی نہ ہو تو بیوی کو فسخ نکاح کا مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ ہم اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طالب ہیں۔ 4

---

1. صحیح مسلم (300) (301)
2. مسند امام احمد (9440) سنن ابی داؤد (2162) شیخ البانی نے صحیح سنن ابی داؤد (1894) میں اس روایت کو حسن کہا ہے۔
3. سنن ابن ماجہ (1950) شیخ البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ (1573) میں اس روایت کو صحیح کہا ہے۔
4. فتاوی اسلامیۃ (1/114)

تیسرا ضابطہ: شوہر و بیوی کا ایک دوسرے کے ستر کو دیکھنا

بیوی کے لئے شوہر کے جسم کے تمام حصے کو دیکھنا جائز ہے، اسی طرح شوہر کے لئے بھی بیوی کے جسم کو دیکھنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "والذين هم لفروجهم حافظون إلّا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين" (جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے، یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں) عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ میں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تھے جو ہمارے اور آپ کے درمیان ہوتا تھا۔ آپ غسل کرنے میں مجھ سے سبقت کرتے تو میں کہتی: میرے لئے بھی چھوڑیئے، میرے لئے بھی چھوڑیئے۔[1] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کا بیوی کے ساتھ غسل کرنا جائز ہے۔ نیز اس حدیث سے شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کے ستر کو دیکھنے کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔

بچہ کی خواہش شوہر کا حق ہے یا بیوی کا؟

پہلی بات یہ ہے کہ شریعت نے مسلمانوں کو افزائش نسل کی ترغیب دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "بہت بچے جننے والی اور بہت محبت کرنے والی عورت سے شادی کرو، تمہاری کثرت تعداد میرے لئے فخر کا باعث ہوگی۔"[2] اس سے معلوم ہوا کہ افزائش نسل شریعت میں مطلوب ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بچہ کی خواہش شوہر و بیوی دونوں کا حق ہے۔ شوہر کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بیوی سے عزل کرے یا بیوی کو مانع حمل تدابیر اختیار کرنے کا حکم دے جبکہ اسے حصول اولاد کی خواہش ہو۔ اسی طرح اگر شوہر کو اولاد کی خواہش ہو تو بیوی کے لئے موانع حمل دواؤں یا تدابیر کا استعمال جائز نہیں ہے۔ شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ سے کسی نے عزل کرنے کا حکم دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: آپ کے لئے عزل کرنا جائز نہیں ہے، اگر بیوی اولاد کی خواہشمند ہے تو آپ اسے مانع حمل گولیاں استعمال کرنے پر مجبور نہیں کرسکتے ہیں، اس لئے کہ اسے بچہ پیدا کرنے کا شرعی حق ہے۔ علماء نے کہا ہے

---

1. صحیح بخاری (261) صحیح مسلم (321) الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔
2. سنن ابی داؤد (2050) سنن نسائی (3227) شیخ البانی نے صحیح سنن نسائی (3026) میں کہا ہے کہ یہ روایت حسن صحیح ہے۔

کہ بیوی کی اجازت کے بغیر عزل کرنا حرام ہے، بیوی کی اجازت سے کوئی ایسا کر سکتا ہے۔ اس معاملہ میں اس کے جذبات کا احترام آپ پر واجب ہے، کیونکہ اگر آپ بیوی کے حاملہ ہونے کی خواہش رکھتے ہوں اور بیوی حمل نہ چاہتی ہو تو آپ اس کی خواہش کو قبول نہیں کریں گے، اسی طرح بیوی کی چاہت کا احترام بھی آپ کے لئے ضروری ہے۔ اگر اسے بچہ کی خواہش ہو تو آپ اسے حاملہ ہونے سے روک نہیں سکتے ہیں اور آپ کے لئے جائز نہیں ہے کہ اسے مانع حمل گولیاں وغیرہ کھانے پر مجبور کریں۔[1]

فائدہ: فقر وافلاس کے ڈر سے تحدید نسل کی خاطر مانع حمل تدابیر کا استعمال حرام ہے، کسی بھی صورت میں ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات رازق ہے، وہی بندوں کے رزق کی ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان اہل جاہلیت کی مذمت کی ہے جو فقر وفاقہ کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ولا تقتلوا أولادكم من إملاق نحن نرزقكم وإياهم" (اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کرو، ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں) اگر مانع حمل گولیوں اور تدابیر کا استعمال صحت سے متعلق کسی عارضہ کی وجہ سے کیا جائے یا اس وجہ سے کیا جائے کہ بیوی ہر سال حاملہ ہونے کی متحمل نہیں ہے تو ان صورتوں میں موانع حمل گولیوں اور تدابیر کا استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ اس کا تعلق علاج اور تحفظ صحت سے ہے، تحدید نسل سے نہیں ہے۔

مرد اور عورت کی طرف سے نافرمانی

عربی میں اس کے لئے "نشوز" کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کے اوپر شوہر کی جو اطاعت فرض کی گئی اس میں وہ کوتاہی کرے۔ جب بھی عورت کی طرف سے نافرمانی کا اظہار ہو مثلاً شوہر جب اس کو بلائے تو وہ آنے میں سستی کرے یا اسے بوجھ سمجھے، جبر واکراہ اور ناپسندیدگی کے ساتھ اس کے پاس جائے تو پہلے شوہر بیوی کو سمجھائے گا، اسے اللہ تعالیٰ کا خوف دلائے گا، اللہ نے بیوی کے اوپر شوہر کا جو حق اور اطاعت فرض کی ہے اس کی یاد دہانی کرائے، شوہر کی نافرمانی کی وجہ سے بیوی کو جو گناہ ہوتا ہے اس کے بارے میں بتائے، اس کی وجہ سے شوہر سے بیوی کے اخراجات اور لباس و پوشاک کی

---

[1] کتاب الدعوۃ (1118/1) عزل یہ ہے کہ مرد اپنے مادۂ منویہ کو عورت کی شرمگاہ کے باہر خارج کرے۔

فراہمی کی ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے اس کو واضح کرے۔ نیز یہ بھی بتائے کہ اس کی وجہ سے شوہر کو مارنے اور ترک تعلق کرنے کا بھی حق حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عورت کی نافرمانی پر اسے سمجھانے کی بات کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "واللاتي تخافون نشوزهن فعظوهن"[1] (اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بد دماغی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو) نافرمانی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر چلی جائے، شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے میں مشکل محسوس کرے، اس کی آواز پر اپنی آواز بلند کرے اور شوہر کو اپنے قول و عمل سے تکلیف پہنچائے۔

مرد کی طرف سے نشوز یہ ہے کہ بیوی کو کبر سنی یا بیماری یا کسی اور وجہ سے شوہر کے اعراض کا اندیشہ ہو، اس صورت میں بیوی اپنے کچھ حقوق سے دستبردار ہو کر شوہر کو راضی کر سکتی ہے، اگر وہ شوہر کی زوجیت میں باقی رہنا چاہتی ہو جیسا کہ ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا جب وہ کبر سنی کو پہنچ گئیں اور انہیں اندیشہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے علاحدگی اختیار کر لیں گے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط پر زوجیت میں باقی رکھنے کی درخواست کی کہ وہ اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو دینے کو تیار ہیں۔ ایسا کرنے کی وجہ سودہ رضی اللہ عنہا کی یہ خواہش تھی کہ وہ آخرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کر لی تھی۔ جب بھی بیوی کی طرف سے نشوز (نافرمانی) کا اظہار ہو تو اس کے تدارک کے لئے کچھ طریقے اور وسائل کو استعمال کرنا چاہئے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "دنیا میں جب کوئی بیوی اپنے شوہر کو تکلیف دیتی ہے تو بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے اس کی بیوی کہتی ہے: اللہ تم سے جنگ کرے، تم اسے تکلیف نہ دو، یہ صرف کچھ مدت کے لئے تمہارے پاس ہے، یہ عنقریب تمہیں چھوڑ کر میرے پاس آجائے گا۔"[2] اس حدیث نبوی میں شوہروں کو تکلیف پہنچانے والی بیویوں کے لئے تنبیہ ہے۔

---

1. المغنی لابن قدامہ (259/10)
2. مسند احمد (21596) سنن ابن ماجہ (2014) سنن ترمذی (1174)

بیوی سے ترک تعلق کب اور کیسے؟

بیوی کی نافرمانی کے علاج کے لئے ترک تعلق بھی ایک ذریعہ ووسیلہ ہے۔ یہ بیوی کو سمجھانے کے بعد اصلاح کا دوسرا مرحلہ ہے۔ ترک تعلق کبھی بیوی کی نافرمانی کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی نافرمانی کے بغیر ہوتا ہے، یہ مقید طور پر ترک تعلق کرنا ہے۔ مقید ترک تعلق تین دنوں کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا سبب نافرمانی نہیں ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کبھی سگے بھائیوں کے درمیان ناراضگی ہو جاتی ہے۔ اگر اس کی وجہ سے ترک تعلق کیا ہے تو یہ تین دنوں سے زیادہ عرصہ تک کے لئے نہیں ہونا چاہئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "کسی شخص کے لئے اپنے بھائی سے تین دنوں سے زائد مدت تک ترک تعلق جائز نہیں ہے، دونوں باہم ملتے ہوں لیکن منہ موڑ کر آگے بڑھ جاتے ہوں، ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔" [1] جب بھی شوہر وبیوی کے درمیان اختلاف وناچاقی پیدا ہو جائے اور ان میں سے ایک دوسرے سے ترک تعلق کر لے یا دونوں ایک دوسرے سے ترک تعلق کر لیں تو ان کے لئے تین دنوں سے زیادہ عرصہ تک ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے۔ ترک تعلق کو باقی رکھنے میں کوئی خیر نہیں ہے اور نہ یہ بھلے طریقہ سے معاشرت اختیار کرنے کے قبیل سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ہر سموار اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر اس بندہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہے سوائے ان دو افراد کے جن کے درمیان ناچاقی ہو، کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو موقع دو یہاں تک کہ یہ آپس میں صلح کر لیں، ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ یہ معاملہ کو رفع دفع کر لیں، ان کو چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ آپس میں صلح صفائی کر لیں۔" [2]

ترک تعلق کی دوسری قسم: نافرمانی کی وجہ سے ترک تعلق ہے۔ اس صورت میں ترک تعلق اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک نافرمانی کا سلسلہ ختم نہ ہو جائے۔ اسی قبیل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں سے ترک تعلق تھا۔ آپ ایک ماہ تک ان کے پاس نہیں گئے۔ [3] نافرمانی کی وجہ سے ترک تعلق کی صورت یہ ہوتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے مباشرت ترک کر دیتا ہے، وہ اس کے ساتھ بستر پر سوتا ہے لیکن اس کی طرف پیٹھ کر کے سوتا ہے اور اس سے ازدواجی تعلق قائم نہیں

---

1. صحیح بخاری (6077) صحیح مسلم (2560)
2. صحیح مسلم (2565)
3. صحیح بخاری (5201)

کرتا، یہاں تک کہ وہ اپنی نافرمانی سے باز آجائے اور شوہر کے ساتھ اس کا رویہ درست ہو جائے۔ یہ ترک تعلق بہت سی عورتوں کے لئے بہت زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

جب شوہر وبیوی کے درمیان اصلاح کی کوئی صورت باقی نہ رہے تو دو حکموں کی تعیین ایک شرعی طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من أهله وحكما من أهلها إن يريدا إصلاحا يوفق الله بينهما إن الله كان عليما خبيرا"(اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کی ان بن کا خوف ہو تو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر والوں میں سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کرا دے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ پورے علم والا پوری خبر والا ہے) ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: فقہاء نے کہا ہے کہ جب شوہر وبیوی کے درمیان ازدواجی رشتہ میں دراڑ پڑ جائے تو حاکم وقت ان کے معاملہ میں مداخلت کرے گا، کسی قابل اعتماد شخص کو ان کے معاملات کو سلجھانے کا حکم دے گا، وہ ان دونوں میں سے جو ظالم ہوگا اسے ظلم سے روکنے کی کوشش کرے گا۔ اگر شوہر وبیوی کے بگڑے ہوئے معاملات اس حد سے تجاوز کر گئے ہوں اور ان کے آپسی اختلافات ختم نہ ہو رہے ہوں تو حاکم وقت شوہر وبیوی کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک قابل اعتماد شخص کو متعین کرے گا، وہ دونوں آپس میں مل بیٹھ کر شوہر وبیوی کے معاملات پر غور کریں گے اور دونوں کے درمیان جدائی یا میل میلاپ میں سے جو چیز قرین مصلحت ہوگی اس کا فیصلہ کریں گے۔ اس طرح کی مصالحت کی کوششوں میں شارع کا رجحان میل میلاپ کی طرف نظر آتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"إن يريدا إصلاحا يوفق الله بينهما"(اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں میں ملاپ کرا دے گا) [1]

شوہر وبیوی کے لئے یہ اچھی علامت نہیں ہے کہ ان کے آپسی اختلافات اس آخری حد کو پہنچ جائیں کہ دو حکموں کے فیصلہ سنانے کی نوبت آجائے، اس لئے کہ حکموں کی تعیین کا مطلب یہ ہے کہ شوہر وبیوی نے حسن معاشرت کے تمام تقاضوں

---

[1] تفسیر القرآن العظیم (1/482)

کو فراموش کر دیا ہے، ان کے درمیان رحمت و محبت، زبانی لغزشوں سے چشم پوشی اور عملی لغزشوں کو چھوڑنے اور معاف کرنے کی ساری گنجائش ختم ہو چکی ہے۔

زوجین کی غیرت میں افراط و تفریط کا پہلو

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ مومن حرام کا ارتکاب کرے۔" ایک دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند نہیں ہے، اسی وجہ سے اس نے فحش کاموں کو حرام قرار دیا ہے۔" ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اے امت محمد! کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند نہیں ہے کہ اس کا کوئی بندہ زنا کا ارتکاب کرے یا اس کی کوئی بندی زنا میں ملوث ہو۔"[1] الحدیث

اپنی بیوی کے بارے میں مرد کا غیرت مند ہونا ایک پسندیدہ صفت ہے جبکہ یہ غیرت شرعی ضابطہ کے مطابق ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ایک غیرت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور ایک غیرت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ کچھ مواقع پر بڑائی کا اظہار اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور کچھ مواقع پر ناپسند بھی ہے۔ شک و شبہ کے موقع پر غیرت کا اظہار اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور شک و شبہ کے علاوہ موقع پر غیرت کا اظہار اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔"[2] الحدیث

اس سے معلوم ہوا کہ بنی آدم کے اندر پائی جانے والی پسندیدہ غیرت وہ ہے جس کا اظہار انسان تہمت اور شک و شبہ کے موقعوں پر کرتا ہے۔ اور ناپسندیدہ غیرت وہ ہے جس کا اظہار تہمت و شک کے بغیر کیا جاتا ہے۔ شوہر کے ذریعہ ناپسندیدہ غیرت کے اظہار سے شوہر و بیوی کے درمیان عداوت اور بغض کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ شک و شبہ کے موقع پر غیرت کا اظہار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی ہوا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے، اس وقت میرے پاس ایک اجنبی مرد بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے ناگواری ہوئی،

---

1. صحیح بخاری (5220) (5221) (5223)
2. سنن ابی داؤد (2659) سنن نسائی (2558) شیخ البانی نے صحیح سنن نسائی (2398) میں اس روایت کو حسن کہا ہے۔

میں نے آپ کے چہرہ پر غصہ کے آثار کو دیکھ لیا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم لوگ اپنے رضاعی بھائیوں کے معاملہ میں غور کر لو، اس لئے کہ اس رضاعت کا اعتبار ہے جو بھوک کی حالت میں ہوئی ہو۔" 1

عورتوں کے اندر پسندیدہ غیرت یہ ہے کہ وہ شوہروں کی حرام کاری پر غیرت کا اظہار کریں مثلاً زنا اور اس قبیل کے دیگر حرام کام یا شوہر سوکن کو اس کے اوپر ترجیح دے کر اس پر ظلم کرے۔

کچھ غیرتیں وہ ہیں جو نہ محمود ہیں نہ مذموم۔ اس طرح کی غیرت خاص طور پر عورتوں کے اندر پائی جاتی ہے۔ کبھی بیوی اپنی فطرت اور مزاج کی وجہ سے کوئی کام کر گزرتی ہے، اس پر نہ تو اسے ملامت کی جائے گی، نہ اس کی تعریف کی جائے گی۔ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی زوجہ کے گھر میں تھے، وہاں کسی دوسری زوجہ نے پلیٹ میں کھانا بھجوایا تو جس زوجہ کے گھر میں تھے انہوں نے خادم کے ہاتھ پر مار دیا جس کی وجہ سے پلیٹ گر کر ٹوٹ گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوٹی پلیٹ کے ٹکڑوں کو جمع کیا اور پلیٹ میں کھانے کی جو چیز تھی اسے بھی آپ نے ٹوٹی پلیٹ میں جمع کیا، ساتھ ہی آپ فرما رہے تھے کہ تمہاری ماں کو غیرت آگئی۔ پھر آپ نے خادم کو روکا اور جس زوجہ کے گھر میں موجود تھے ان کے گھر سے ایک پلیٹ لائے اور اس زوجہ کے گھر صحیح سالم پلیٹ بھجوائی جس کی پلیٹ توڑ دی گئی تھی اور ٹوٹی ہوئی پلیٹ کو اسی زوجہ کے گھر رکھ لیا جنہوں نے پلیٹ توڑی تھی۔ 2 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ بات کہی کہ تمہاری ماں کو غیرت آگئی اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ غیرت کرنے والی خاتون سے اگر کسی رد عمل کا اظہار ہوگا تو اس پر اس کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ سخت غصہ کی وجہ سے اس وقت اس کی عقل ماؤف ہو چکی ہوتی ہے۔ 3

میں کہتا ہوں: اگر کوئی غیرت مند عورت غصہ کی حالت میں اس طرح کا کوئی کام کر گزرتی ہے تو شوہر کو چاہئے کہ آئندہ اس طرح کی صورت حال پیدا نہ ہونے دے اور بیوی کے غضبناک رد عمل سے چشم پوشی برتنا چاہئے جیسے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ کے رد عمل کو نظر انداز کر دیا تھا۔

---

1 صحیح بخاری (5102) صحیح مسلم (1455) الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

2 صحیح بخاری (5225)

3 فتح الباری بشرح صحیح البخاری حدیث (5225)

مذموم غیرت: وہ ہے جو بغیر شک وشبہ کے ہو اور بلا سبب اس کا اظہار کیا جائے یا عورت اظہار غیرت میں افراط کا شکار ہو کر حد سے تجاوز کر جائے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اوپر گزری ہوئی حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ایک غیرت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور ایک غیرت وہ ہے جو اسے ناپسند ہے۔ یہ تفصیل جو اوپر حدیث میں گزری ہے، مردوں کے ساتھ خاص ہے، اس لئے کہ حلال طریقہ سے بیک وقت ایک عورت کا دو شوہر ہونا ناممکن ہے۔ اگر عورت اپنے شوہر کے ارتکاب حرام مثلاً زنا یا حق تلفی، سوکن کی وجہ سے اس پر ظلم اور سوکن کو اس پر ترجیح دینے وغیرہ کی وجہ سے غیرت کا اظہار کرتی ہے اور یہ بات قرآئن وغیرہ ثابت ہو جاتی ہے تو یہ مشروع غیرت ہے۔ اور اگر یہ عورت کا وہم ہو اور ارتکاب محارم یا ظلم وزیادتی کا کوئی ثبوت موجود نہ ہو تو یہ بغیر شک کے غیرت کا اظہار ہے۔ جب شوہر انصاف کرنے والا اور عادل ہو اور محتاط طریقہ سے دونوں سوکنوں کا حق ادا کرتا ہو اس کے باوجود سوکنیں عورتوں کی مخصوص فطرت اور مزاج کی وجہ سے غیرت کا اظہار کریں تو اس معاملہ میں انہیں معذور سمجھا جائے گا جب تک وہ حرام قول یا فعل کا سہارا نہ لیں۔ سلف صالحین میں سے جن خواتین سے اس طرح کی غیرت کا ثبوت ملتا ہے اسے اسی فطری غیرت پر محمول کیا جائے گا۔[1]

فائدہ: اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ایک خاتون نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری ایک سوکن ہے، کیا میرے اوپر گناہ ہو گا اگر میں اپنے شوہر کی طرف سے وہ چیز پانے کا اظہار کروں جو مجھے اصلاً نہ ملی ہو؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو چیز کسی کو ملی نہ ہو اسے پانے کا جھوٹا اظہار کرنے والا جھوٹ کا لباس زیب تن کرنے والے کی طرح ہے۔“[2]

ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ معاملہ اس عورت کی طرح ہے جو کسی مرد کی زوجیت میں ہو اور اس کی ایک سوکن بھی ہو، پھر وہ اپنے شوہر سے اتنا کچھ حاصل کرنے کا دعویٰ کرے جو شوہر کی ملکیت سے زیادہ ہو، اس کے ذریعہ وہ اپنی سوکن کو غصہ دلانے اور بھڑکانے کا ارادہ رکھتی ہو۔[3]

---

[1] فتح الباری(9/237)

[2] صحیح بخاری(5219) صحیح مسلم(2130)

[3] فتح الباری(9/228)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: ”جھوٹ کا لباس پہننے والے کی طرح ہے“ اس میں بد خلقی پر مبنی سلوک و برتاؤ سے عورتوں کو نفرت دلایا گیا ہے، یعنی جو چیز حاصل نہیں ہوئی ہے اس کو پانے کا جھوٹا دعوی کرنا، حالانکہ شوہر نے اسے نہ وہ چیز دی ہے اور نہ اس نے شوہر سے بیان کردہ چیز حاصل کی ہے۔ اس طرح کی حرکت کرنے والی عورت ممانعت کا ارتکاب کرکے اپنے نفس پر ظلم کرتی ہے اور شوہر و سوکن کے درمیان جھگڑا لگا کر دوسرے پر بھی ظلم کرتی ہے، اس وجہ سے دونوں کے درمیان بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے۔ یہ باتیں سوکنوں کے درمیان عام ہیں، چند ایک ہی اس سے بچی ہوئی ہیں جنہیں اللہ نے محفوظ رکھا ہے۔

غیرت سے متعلق عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک واقعہ

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دکھائی نہیں دیئے، میں سمجھی کہ آپ شاید کسی دوسری زوجہ کے پاس چلے گئے ہیں، میں آپ کی تلاش میں باہر گئی، پھر واپس آئی تو دیکھا کہ آپ رکوع یا سجدہ میں یہ تسبیح پڑھ رہے ہیں: ”سبحانك اللهم و بحمدك لا إله إلا أنت“ (اے اللہ! تو پاک ہے، تیری حمد و ثنا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے) میں نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں میرے ذہن میں کچھ اور بات آئی جبکہ آپ یہاں مصروف عبادت ہیں۔[1]

بیویوں کے درمیان عدل

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اور ضرورت کے مطابق دو یا تین یا چار عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنىٰ و ثلاث و رباع“ (تم اور عورتوں میں سے جو بھی تمہیں اچھی لگیں تم ان سے نکاح کرلو، دو دو، تین تین، چار چار سے) بیک وقت چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة أو ما ملكت أيمانكم“ (لیکن اگر تمہیں برابری نہ کرسکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی) یعنی اگر بیویوں کے درمیان عدل نہ کرسکنے کا اندیشہ ہو

---

[1] صحیح مسلم (485)

توصرف ایک بیوی پر اکتفاء کرو یا پھر تم لونڈیوں سے کام چلاؤ جن کے لئے باری مقرر کرنا واجب نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لئے سخت وعید سنائی ہے جو اپنی دیگر بیویوں کو چھوڑ کر صرف ایک بیوی کی طرف قولاً یا عملاً جھک جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف جھک جائے تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک پہلو جھکا ہوا ہو گا۔ "[1] حدیث میں مذکور جھکاؤ اور میلان سے قولی یا عملی میلان مراد ہے۔ رہا دل کا میلان تو اس پر کسی کا کنٹرول نہیں ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیویوں کے گھر قیام کرنے کے لئے عدل کے ساتھ باری تقسیم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جن پر میں قادر ہوں، تو مجھے اس چیز کے لئے ملامت نہ کر جس پر تو قادر ہے لیکن میں قادر نہیں ہوں۔ "[2] شوہر کو اس بات کے لئے ملامت نہیں کی جائے گی کہ وہ اپنی کچھ بیویوں سے زیادہ محبت کرتا ہے اور کچھ سے کم محبت کرتا ہے نیز یہ کہ وہ کسی بیوی سے زیادہ مباشرت کرتا ہے بہ نسبت دوسری بیویوں کے بشرطیکہ دوسری بیویوں کو اس سے کوئی نقصان نہ ہوتا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت حال بھی کچھ اسی طرح کی تھی، آپ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دیگر ازدواج مطہرات سے زیادہ محبت کرتے تھے، لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بے پایاں محبت نے آپ کو ازدواج مطہرات کے درمیان عدل کرنے سے نہیں روکا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولن تستطيعوا أن تعدلوا بين النساء ولو حرصتم" (تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ اپنی تمام بیویوں میں ہر طرح عدل کرو، گو تم اس کی کتنی ہی خواہش و کوشش کر لو) اس سے محبت و مباشرت کے معاملہ میں عدل کرنا مراد ہے۔[3]

شوہر پر واجب ہے کہ بیویوں کے درمیان نفقہ، رہائش، پوشاک اور رات گزارنے کے لئے باری تقسیم کرنے کے معاملہ میں انصاف کرے۔ ان تمام چیزوں میں بیویوں کے درمیان انصاف کرنا واجب ہے، اس معاملہ میں مالدار بیویوں اور محتاج و فقیر بیویوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ سب اس کی بیویاں ہی ہیں جن کے درمیان عدل کرنا واجب ہے، واللہ اعلم[4]

---

[1] سنن نسائی (3942) شیخ البانی نے صحیح سنن نسائی (3682) میں اسے صحیح کہا ہے۔

[2] سنن ابی داود (2123) سنن ترمذی (1140)

[3] ابن حجر کہتے ہیں: بیہقی نے آیت کریمہ "ولن تستطيعوا أن تعدلوا بين النساء" کی تشریح میں طلحہ کی سند سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے محبت اور مباشرت میں عدل مراد ہے۔ (فتح الباری: 9/224)

[4] المنتقیٰ من فتاوی الفوزان (5/265)

فائدہ: کیا دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی رضامندی شرط ہے؟

اگر شوہر دوسری شادی کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کے لئے پہلی بیوی کو راضی کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن حسن معاشرت اور اچھے اخلاق کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ پہلی بیوی کے دل کو خوش کرے جس سے شوہر کے نکاح ثانی سے ہونے والی تکلیف کچھ کم ہو جائے، کیونکہ نکاح ثانی سے تکلیف محسوس کرنا عورتوں کی فطرت میں شامل ہے۔ اس کے لئے شوہر پہلی بیوی سے بشاشت اور خوش دلی کے ساتھ ملے، اس سے اچھی اچھی باتیں کرے اور اگر پہلی بیوی کو خوش کرنے کے لئے کچھ مال دینے کی ضرورت ہو تو مال بھی خرچ کرے۔[1]

بیویوں کے درمیان باری کی تقسیم

اگر کسی مرد کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو شوہر کے لئے ان سب کے درمیان باری مقرر کرتے وقت مساوات کا خیال رکھنا ضروری ہے، یعنی شوہر تمام بیویوں کے ساتھ وقت گزارنے میں مساوات کا خیال رکھے گا۔ بلا استثناء تمام بیویوں کے لئے باری مقرر کی جائے گی، چاہے کوئی بیمار ہو یا حائضہ ہو یا نفاس کی حالت میں ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور حالت ہو۔ وقت دینے کے لئے باری مقرر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کو شوہر سے انسیت حاصل ہو، اگرچہ ہر باری میں مباشرت کی نوبت نہ آئے۔

بیویوں کے درمیان باری مقرر کرنے کی ابتداء قرعہ اندازی سے ہوگی، نہ کہ شوہر کی مرضی سے، اس لئے کہ خواہش و مرضی کے مطابق کسی ایک بیوی سے باری کا آغاز ایک طرح کی ترجیح ہے اور اس کے لئے جب قرعہ اندازی کا سہارا لیا جاتا ہے تو اس سے عدل وانصاف یقینی ہو جاتا ہے اور اس میں تمام بیویوں کی رضامندی بھی شامل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب شوہر سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور تمام بیویوں کو سفر میں ساتھ لے جانے کی استطاعت نہ ہو تو شوہر اس کے لئے قرعہ اندازی کرے گا، چاہے وہ ایک کے لئے قرعہ اندازی کرے یا دو بیویوں کے لئے قرعہ اندازی کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی

---

[1] دائمی کمیٹی برائے تحقیق وافتاء کے ایک فتویٰ سے ماخوذ، شائع شدہ مجلۃ البحوث الإسلامیۃ(25/67)

اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ کرتے تو بیویوں کو ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے۔ ایک مرتبہ قرعہ میں عائشہ اور حفصہ کا نام نکلا۔ [1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سفر میں ایسا ہوا تھا۔

باری کا اعتبار رات کے لئے ہے۔ انسان رات کے وقت اپنے گھر میں قیام کرتا ہے اور رات ہی کے وقت اپنے بستر پر بیوی کے ساتھ سوتا ہے۔ دن کا وقت رات کے تابع ہے۔ جس کا رات میں کام کرنے کا وقت ہو اس کے یہاں باری کی تقسیم میں دن کے وقت کا اعتبار ہوگا۔

باری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شوہر لازمی طور پر بیوی کے ساتھ مباشرت کرے۔ اگر شوہر باری کے دنوں میں کچھ بیویوں سے مباشرت کرے اور کچھ سے نہ کرے تو وہ گنہگار نہیں ہوگا، الا یہ کہ اس سے کسی بیوی کو نقصان پہنچتا ہو۔

شوہر کے لئے رات کے وقت اس بیوی کے گھر جانا حرام ہے جس کی باری نہ ہو، الا یہ کہ کوئی سخت ضرورت پیش آ جائے۔ شیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر وہ متعین رات کسی سوکن کے گھر قیام کی باری ہو تو شوہر کے لئے دوسری بیوی کے گھر جس کی باری نہ ہو، رات میں جانا حرام ہے، اس لئے کہ یہ اس سوکن پر ظلم ہے جس کے گھر قیام کی باری ہے، ہاں البتہ کوئی سخت ضرورت ہو تو جا سکتا ہے، اس لئے کہ ضرورتوں کے لئے خاص طرح کے احکام ہیں اور ضرورت کی نوعیت بھی معروف ہے مثلاً آگ لگ جانا یا کسی بیوی کا یا اس کے متعلقین میں سے کسی کا اچانک بیمار پڑ جانا۔ کبھی اس کے علاوہ بھی دوسری ہنگامی ضرورتیں ہو سکتی ہیں۔ [2]

ضرورت کے تحت دن میں اس بیوی کے گھر جانا جائز ہے جس کے یہاں رات گزارنے کی باری نہ ہو مثلاً روزمرہ کی گھریلو ضرورت پورا کرنے کے لئے یا مریض کا حال دریافت کرنے کے لئے یا گھر والوں کی خیریت معلوم کرنے کے لئے وغیرہ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دن میں میرے گھر آتے جبکہ میری باری کا دن نہیں ہوتا تھا اور آپ مباشرت کے علاوہ ہر طرح سے مجھ سے لطف اندوز ہوتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات میں قیام کرنے کی باری کے معاملہ میں اپنی بیویوں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتے تھے۔ کسی دن آپ تمام بیویوں کے گھر کا چکر لگا لیا کرتے تھے، اس دوران آپ مباشرت کے علاوہ ہر بیوی سے قریب

---

1. صحیح بخاری (5211)
2. فتاوی ورسائل محمد بن ابراہیم (10/281-282)

ہوتے، یہاں تک کہ اخیر میں آپ اس بیوی کے گھر پہنچتے جس کی باری کا دن ہوتا، پھر آپ ان کے پاس رات گزارتے۔1...الحدیث۔ اس حدیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ شوہر کے لئے دن کے وقت دیگر بیویوں کے گھر جانا اور مباشرت کے علاوہ ان کے ساتھ بوس وکنار کرنا جائز ہے۔

جب بھی مرد بیوی کے رہتے ہوئے شادی کرے تو اگر نئی دلہن باکرہ ہے تو اس کے ساتھ سات راتیں قیام کرے گا، اس کے بعد بیویوں کے درمیان باری تقسیم کرے گا۔ اگر نئی بیوی ثیبہ ہے تو اس کے ساتھ تین راتوں تک قیام کرے گا، اس کے بعد قیام کے لئے باری تقسیم کرے گا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ جب باکرہ سے نئی شادی کرے تو اس کے ساتھ سات راتوں تک قیام کرے اور اگر ثیبہ سے نئی شادی کرے تو اس کے ساتھ تین راتوں تک قیام کرے۔2 ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ سے شادی کی تو ان کے پاس تین راتوں تک قیام کیا اور فرمایا: ”تم اپنے شوہر کی نگاہ میں کمتر وحقیر نہیں ہو، اگر تم چاہو تو لگاتار سات راتیں میں تمہارے ساتھ قیام کروں گا۔ اگر میں تمہارے پاس لگاتار سات راتیں رہوں گا تو اس کے بعد دیگر بیویوں کے پاس بھی سات سات راتیں گزاروں گا۔“ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو جب صبح ہوئی تو آپ نے ان سے فرمایا: ”تم اپنے شوہر کی نگاہ میں کمتر وحقیر نہیں ہو، تم چاہو تو میں تمہارے پاس لگاتار سات راتوں تک قیام کروں اور اگر چاہو تو تمہارے پاس لگاتار تین راتیں گزاروں، پھر ایک ایک رات دیگر بیویوں کے پاس گزارنے کے بعد تمہارے پاس واپس آؤں؟“ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ میرے پاس تین راتیں قیام فرمائیں۔3

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: ”ليس بك على أهلك هوان“ کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے حق میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی، تمہیں کمی کے بغیر تمہارا مکمل حق ملے گا۔

---

1 سنن ابی داؤد (2135) شیخ البانی نے صحیح سنن ابی داؤد (1868) میں اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔
2 صحیح بخاری (5213) صحیح مسلم (1461) صحابی کا قول کہ سنت یہ ہے..... مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے، یعنی انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا مشاہدہ کرنے کے بعد وہ بات نقل کی ہے۔
3 صحیح مسلم (1460)

جیسا کہ حدیث میں آیا ہے سنت یہی ہے کہ شوہر نئی شادی شدہ ثیبہ خاتون کے ساتھ مسلسل تین راتیں گزارے گا، یہ ثیبہ خاتون کا حق ہے، پھر وہ اپنی بقیہ بیویوں کے ساتھ ایک ایک رات گزارے گا یا دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر نئی شادی شدہ ثیبہ خاتون کے پاس مسلسل سات راتیں گزارے گا، پھر وہ دوسری بیویوں کے ساتھ بھی سات سات راتیں گزارے گا، پھر تمام بیویوں کے لئے باری مقرر کرے گا۔ اس طرح شوہر دیدہ عورت کا حق اگر وہ چاہے تو سات رات ہے یا چاہے تو تین رات ہے اس تفصیل کے مطابق جو اوپر گزر چکی ہے۔ اگر مرد نے کسی دوشیزہ سے نئی شادی کی ہو تو وہ اس کے پاس مسلسل سات راتوں تک قیام کرے گا، اس کے بعد بیویوں کے لئے باری مقرر کرے گا۔ یہ باکرہ (دوشیزہ) کا حق ہے۔

بیویوں کے ساتھ قیام کے لئے جو باری متعین کی جاتی ہے اس میں یہ صورت بھی جائز ہے کہ کوئی بیوی اپنی باری اپنی کسی سوکن کو ھبہ کر دے، جیسے کہ ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے کیا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سودہ رضی اللہ عنہا کبر سنی کو پہنچ گئیں تو انہوں نے اپنے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی باری عائشہ کو دے دی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر قیام کے لئے باری کے دو دن مقرر فرماتے تھے، ایک ان کا اپنا دن دوسرا سودہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن۔ [1] باری ھبہ کرنا شوہر کے قبول کرنے پر موقوف ہے، اس لئے کہ اس معاملہ میں اصل حق شوہر کا ہے۔ اگر شوہر نے قبول کر لیا ہے تو پھر اس بیوی کو منع کرنے کا حق نہیں ہے جسے باری ھبہ کی گئی ہے۔ باری ھبہ کرنے والی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنا حق دوبارہ واپس لے لے۔ اس صورت میں وہ اپنے لئے باری متعین کرنے کا مطالبہ کر سکتی ہے لیکن اسے شوہر سے یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے کہ ھبہ کے دور میں جو باریاں فوت ہو گئی ہیں وہ اسے پھر سے واپس دی جائیں۔

اگر باری ھبہ کرنے والی نے اپنی باری شوہر کو دے دی کہ وہ اپنی جس بیوی کو چاہے وہ باری دے دے تو پھر شوہر کو اختیار ہو گا کہ وہ چاہے تو ھبہ کی ہوئی باری خاص طور پر کسی ایک بیوی کو دے دے یا چاہے تو تمام بیویوں کے درمیان اسے تقسیم کر دے۔ اگر اس کے پاس چار بیویاں ہوں اور ان میں سے کسی ایک نے اپنی باری ھبہ کی ہو تو وہ چار کے بجائے تین راتوں کے لئے باری مقرر کرے گا۔ وہ چاہے تو ایک بیوی کے ساتھ دو راتیں گزارے گا، ایک اس بیوی کی اپنی رات اور ایک ھبہ کرنے

---

1. صحیح بخاری (5212) صحیح مسلم (1463) الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

والی بیوی کی رات۔ اس معاملہ میں عدل یہ ہے کہ جسے باری دی گئی ہے اس کے پاس اس رات قیام کرے گا جو ھبہ کرنے والی بیوی کی باری کی رات ہو گی، نہ یہ کہ اس کے پاس مسلسل دو راتیں قیام کرے گا، الا یہ کہ تمام بیویوں کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہو۔ یا پھر یہ صورت ہو کہ باری ھبہ کرنے والی کی رات اس بیوی کی رات کے متصل بعد ہو جسے باری ھبہ کی گئی ہے۔ [1]

شوہر کے بیمار ہونے کی صورت میں باری کی تقسیم ساقط نہیں ہو گی۔ شوہر بیماری کی حالت میں بھی باری کے مطابق تمام بیویوں کے یہاں قیام کرے گا، صرف ایک بیوی کے گھر مستقل طور پر قیام نہیں کرے گا، الا یہ کہ بیویوں سے اس کی اجازت مل جائے۔ عروہ بن زبیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الوفات میں دریافت فرماتے تھے کہ کل کس زوجہ کے گھر قیام کرنے کی باری ہے؟ کل میں کس زوجہ کے گھر قیام کروں گا؟ آپ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن کا انتظار فرماتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے اجازت دے دی کہ آپ جس زوجہ کے گھر چاہیں قیام کریں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے، یہاں تک کہ وہیں آپ کی وفات ہوئی۔ [2] .... الحدیث

اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرے، آپ غور کیجئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے ساتھ کس قدر عدل کرنے والے تھے، یہاں تک کہ بیماری کی حالت میں بھی آپ نے اس پر عمل کرنے کی کوشش کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر کو بیویوں کے درمیان عدل کرنے کے لئے آخری حد تک کوشش کرنی چاہئے۔

اگر بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر سفر میں چلی گئی تو اس کی باری کا حق ساقط ہو جائے گا اور سفر کی وجہ سے اس کی جو باری فوت ہو گئی اس کا دوبارہ مطالبہ کرنے کا اسے حق نہیں ہو گا۔ شوہر کی اجازت کے بغیر سفر کرنے کی وجہ سے وہ نافرمان قرار پائے گی اور اس کی وجہ سے اس کی باری کا حق ساقط ہو جائے گا۔ [3]

---

[1] المغنی (10/250-251) فتح الباری (9/223) صحیح مسلم (1463)

[2] صحیح بخاری (4450)

[3] المغنی (10/251)

بیوی پر خرچ کرنا

شوہر کو بیوی کی ضروریات پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”تمہارے اوپر بیویوں کو معروف طریقہ سے کھلانے اور پہنانے کی ذمہ داری ہے۔“[1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے اور کہا ہے کہ بیوی پر خرچ کرنے والے کو اجر وثواب حاصل ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جب مرد اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب پانے کی نیت سے بیوی پر خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔“[2] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا تھا، حالانکہ یہ خطاب ان کے لئے اور دیگر مسلمانوں کے لئے عام ہے: ”تم جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی رضاو خوشنودی کے لئے خرچ کروگے تمہیں اس پر اجر وثواب ملے گا یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو لقمہ ڈالوگے اس کا بھی اجر وثواب ملے گا۔“[3]

یہاں دو باتیں یاد رکھنے کی ہیں:

پہلی بات یہ کہ اگرچہ بیویوں پر خرچ کرنا شوہر پر واجب ہے تاہم شریعت نے بیوی پر خرچ کرنے والے کو اجر وثواب کا مستحق قرار دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر فضل وکرم ہے۔

دوسری بات یہ کہ بیوی پر خرچ کرنے کا ثواب اس صورت میں حاصل ہوتا ہے جبکہ بندہ بیوی پر خرچ کرنے کے بعد اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھے اور اس سے اللہ کی رضا کی نیت کرے اگر کوئی شخص حصول اجر وثواب سے غافل ہو کر بیوی پر خرچ کرتا ہے تو اس سے اللہ کا ذمہ ساقط ہو جائے گا اور اجر وثواب کی امید رکھنے کا ثواب فوت ہو جائے گا۔[4]

بیوی پر خرچ کرنے کا اندازہ شوہر وبیوی کی خوشحالی وتنگی کی صورت حال کو سامنے رکھ کر لگایا جائے گا۔ اگر اس معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو ان میں سے ایک کی خوشحالی اور دوسرے کی تنگی کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔ اس اعتبار سے خوشحال عورت جو خوشحال مرد کے زیر نکاح ہو اس کا اتنا خرچ متعین کیا جائے گا جو اس کے لئے کفایت کر جائے یعنی اس طرح کے

---

1. صحیح مسلم(1218)
2. صحیح بخاری(55) صحیح مسلم(1002)
3. صحیح بخاری(56) صحیح مسلم(1628)الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔
4. دیکھئے فتح الباری حدیث نمبر(55)کی تشریح

گھرانہ میں ایک خوشحال عورت جس طرح کھاتی پیتی ہے اس کالحاظ کیا جائے گا۔ اس کے لئے کپڑے بھی اسی معیار کے ہوں گے جو اس شہر میں اس طرح کے گھرانہ میں خوشحال عورتیں پہنتی ہیں۔ اسی طرح بستر اور سامان بھی اس معیار کا فراہم کیا جائے گا جو اس شہر میں اس طرح کے گھرانے استعمال کرتے ہیں۔ محتاج عورت جو کسی محتاج مرد کے نکاح میں ہو، کے لئے خوراک، پوشاک، بستر اور سامان بھی اس شہر میں محتاجوں کے معیار کے مطابق ہو گا۔ متوسط معیار کی عورت جو متوسط معیار کے مرد کے نکاح میں ہو، مالدار عورت جو محتاج مرد کے نکاح میں ہو اور محتاج عورت جو مالدار مرد کے نکاح میں ہو، ان سب کے لئے عرف وعادت کے مطابق اعلی اور ادنی معیار کے درمیان خرچہ جات، پوشاک، بستر اور سامان فراہم کئے جائیں گے، اس لئے کہ یہی ان کے حسب حال ہے۔[1]

اگر بیوی ملازمت پیشہ ہو تب بھی شوہر پر اس کے اخراجات واجب ہیں، اس لئے کہ یہ اخراجات اس سے فائدہ حاصل کرنے اور لطف اندوز ہونے کے عوض ہیں، یہ اس کا حق ہے۔ ان مسائل میں شوہر کی کم آمدنی کالحاظ نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر بیوی خوشدلی کے ساتھ اپنے اخراجات معاف کر دے تو اس کا اسے حق ہے اور وہ ایسا کر سکتی ہے۔

اگر کسی مرد کے پاس ایک سے زائد بیویاں ہوں تو وہ اخراجات کے معاملہ میں سب کے درمیان عدل کا پابند ہو گا، پھر یہ نہیں کہے گا کہ یہ بیوی مالدار ہے، یہ محتاج ہے، اس لئے کہ سب اس کی بیویاں ہیں اور سب کے حقوق برابر ہیں۔

ابن سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: صحیح روایت جسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے، یہ ہے کہ اس صورت میں تمام بیویوں کو یکسانیت وبرابری کے ساتھ خرچ دینا واجب ہے، اس لئے کہ اگر وہ اخراجات میں مساوات سے کام نہیں لیتا ہے تو یہ واجب کی عدم ادائیگی کی وجہ سے ظلم ہو گا، کیونکہ جن باتوں میں وہ بیویوں کے درمیان عدل کر سکتا ہے ان میں عدل کرنا اس پر واجب ہے، برخلاف ان چیزوں کے جن میں عدل کرنے پر وہ قادر ہی نہ ہو مثلاً مباشرت اور اس کے متعلقات۔[2]

متعدد اسباب کی بناء پر شوہر کے ذمہ سے بیوی کا خرچ ساقط ہو جاتا ہے۔ ان میں سے چند اسباب یہ ہیں مثلاً بیوی اپنے آپ کو شوہر کے حوالہ کرنے سے منع کر دے تو وہ شوہر سے خرچ لینے کی حقدار نہیں ہو گی، اسی طرح جب بیوی اپنی ضرورت سے سفر پر نکل جائے تو اس کا خرچ شوہر کے ذمہ نہیں ہے، اس لئے کہ اس پر شوہر کا جو حق تھا اسے ادا نہیں کیا، الا یہ کہ شوہر کا

---

1. الملخص الفقهی للشیخ صالح بن فوزان (2/365)
2. الفتاوی السعدیۃ، ص 117

دل بیوی سے خوش ہو اور اسے کوئی اعتراض نہ ہو۔ اسی طرح جب بیوی شوہر کی نافرمان ہو جائے تو شوہر کے ذمہ اس کا خرچ نہیں ہے۔ وہ عورت جسے طلاق رجعی دی گئی ہو تو دوران عدت اس کا خرچ شوہر کے ذمہ ہو گا، اس لئے کہ یہ ابھی تک اس کی بیوی ہے۔ طلاق شدہ حاملہ کو بھی شوہر سے خرچ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وإن كن أولات حمل فأنفقوا عليهن حتى يضعن حملهن" (اور اگر وہ حمل سے ہوں تو جب تک بچہ پیدا ہو لے انہیں خرچ دیتے رہا کرو) جب فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی تو حارث بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ کی قسم، طلاق دینے والے کے ذمہ تمہارا خرچ نہیں ہے، الا یہ کہ تم حاملہ ہوتی۔ یہ فیصلہ سن کر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور ان دونوں صحابہ کرام کے فیصلہ سے آپ کو آگاہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "طلاق دینے والے پر تمہارا خرچ نہیں ہے۔" [1]... الحدیث۔ یہاں فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو جو طلاق ہوئی تھی وہ بائن تھی، رجعی نہیں تھی۔

اگر شوہر بیوی کو خرچ دینے میں کوتاہی کرے تو بیوی کو یہ حق ہے کہ وہ شوہر کے مال میں سے اس کی لاعلمی میں اپنی اور بچہ کی ضرورت کے بقدر لے لے، اس لئے کہ شوہر کا بیوی پر خرچ کرنا واجب ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ھند نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ابو سفیان بخیل آدمی ہیں، اگر میں ان کے مال میں سے ان کو بتائے بغیر لے لوں گی تو کیا اس کا مجھ پر گناہ ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم ان کے مال میں سے معروف طریقہ سے اتنا لے سکتی ہو جو تمہارے لئے اور تمہارے بیٹے کے لئے کافی ہو جائے۔" [2] وہ خواتین جن کے شوہر خرچ دینے میں کوتاہی کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر غور کریں: "تم شوہر کے مال میں سے معروف طریقہ سے اتنا لے سکتی ہو جو تمہارے لئے اور تمہارے بیٹے کے لئے کافی ہو۔" جس خاتون کو خرچ دینے میں شوہر کوتاہی کرتا ہو وہ معروف طریقہ سے بس اتنا لے گی جتنا اس کا اور اس کے بچہ کا حق ہے، اگر وہ مال لینے میں زیادتی کرے گی تو وہ ظالم قرار پائے گی۔

بیویوں کے لئے مکان کی فراہمی

افضل اور بہتر یہ ہے کہ ہر بیوی کا الگ مکان ہو جس میں شوہر اس کے ساتھ قیام کرے جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ الگ الگ حجروں میں قیام کرتے تھے۔ یہ بیویوں کے لئے زیادہ محفوظ اور اندرونی حالات کی

---

1. صحیح مسلم (1480)
2. صحیح بخاری (2211) صحیح مسلم (1714)

زیادہ حفاظت کرنے والا ہے۔ اس سے سوکنوں کے درمیان بہت سے تنازعات کا خود بخود خاتمہ ہو جاتا ہے۔ شوہر چاہے تو ہر بیوی کو اس کی باری کے دن اپنی مخصوص قیام گاہ میں طلب کر سکتا ہے۔ ان میں سے جو شوہر کی قیام گاہ پر آنے سے انکار کرے گی وہ نافرمان مانی جائے گی، شوہر کے ساتھ رات گزارنے کی باری اور خرچ دونوں سے وہ محروم ہو جائے گی، الا یہ کہ شوہر کی رہائش گاہ بیوی کے معیار سے فروتر ہو تو ایسی صورت میں شوہر کے طلب کرنے پر وہاں جانا اس کے لئے ضروری نہیں ہو گا، اس لئے کہ اسے اس سے ضرر لاحق ہو گا۔ 1

طلاق آخری حل ہونا چاہئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بیوی کو اپنی زوجیت میں باقی رکھنے کی ترغیب دی ہے اور حکم دیا ہے کہ وہ ناپسندیدگی کے باوجود اسے جلد بازی میں طلاق نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فإن كرهتموهن فعسىٰ أن تكرهوا شيئاً ويجعل الله فيه خيرا كثيرا" (گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی رکھ دے) ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ناپسندیدگی کے باوجود بیوی کو اپنی زوجیت میں باقی رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں خیر کثیر کا فیصلہ فرمادے جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تشریح میں کہا ہے کہ شوہر جب بیوی پر مہربانی کا سلسلہ جاری رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس بیوی سے ایسی اولاد عطا کرے گا جس سے بہت سی بھلائی حاصل ہو گی۔ صحیح حدیث میں آیا ہے: کوئی مومن کسی مومنہ سے علاحدگی اختیار نہیں کرتا ہے، اگر وہ اس کی کسی عادت سے ناراض ہو گا تو اس کی دوسری عادت سے خوش بھی ہو گا۔" 2 شوہر کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ بیوی کے اندر ایک بری عادت دیکھے تو اسے طلاق دے دے، اس لئے کہ اگر وہ اسی بیوی کو دوسرے پہلوؤں سے دیکھے گا تو اس کے اندر کچھ اچھے اخلاق اور اچھی صفات بھی نظر آئیں گی۔ جس شوہر نے بیوی کو ناپسند کرنے کے باوجود صبر کیا اور اسے اپنی زوجیت میں باقی رکھا اس کے

---

1 دیکھئے المغنی (10/245)

2 تفسیر القرآن العظیم (1/456)

لئے قرآن میں خیر کثیر کا وعدہ کیا گیا ہے "فعسیٰ أن تكرهوا شيئاً ويجعل الله فيه خيرا كثيرا" (لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی رکھ دے)

اگر صبر کرنا مشکل ہو جائے اور بھلے طریقہ سے ساتھ رہنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں شوہر و بیوی دونوں کی نئی زندگی کے لئے طلاق ایک شرعی راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وإن يتفرقا يغن الله كلا من سعته وكان الله واسعاً حكيما" (اور اگر میاں بیوی جدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو بے نیاز کر دے گا، اللہ تعالیٰ وسعت والا حکمت والا ہے) اللہ تعالیٰ شوہر کو پہلی بیوی سے اچھی بیوی عطا کرتا ہے اور بیوی کو بھی پہلے شوہر سے بہتر شوہر عطا کرتا ہے۔ شوہر یا تو بھلے طریقہ سے زوجیت میں باقی رکھے گا یا اچھے ڈھنگ سے رخصت کر دے گا۔ وہ شخص کتنے عظیم الشان اور عمدہ صفات کا حامل ہوتا ہے جو اپنی بیوی سے علاحدگی اختیار کرتا ہے تو بیوی اور اس کے گھر والے اس کی طرف سے کوئی بری بات نہیں سنتے نہ کسی ناپسندیدہ عمل کا تجربہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس کے اہل و عیال علاحدگی اختیار کرنے کے بعد بھی اس کا ذکر خیر کرتے ہیں اور غائبانہ طور پر اسے دعائیں دیتے ہیں۔

طلاق دو طرح کی ہوتی ہے؛ ایک سنی طلاق، دوسری بدعی طلاق۔

سنت طلاق یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اس پاکی کی حالت میں جس میں مباشرت نہ کی ہو، ایک طلاق دے، پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے۔ یہ عدد کے اعتبار سے سنت طلاق ہے کیونکہ اس نے ایک طلاق دی ہے۔ نیز یہ وقت کے اعتبار سے بھی سنت طلاق ہے، اس لئے کہ اس نے اس پاکی کی حالت میں طلاق دی ہے جس میں اس نے مباشرت نہیں کی ہے۔

طلاق بدعت یہ ہے کہ شوہر ایک لفظ میں تین طلاق دے دے، یا حالت حیض میں طلاق دے یا اس پاکی کی حالت میں طلاق دے جس میں اس نے مباشرت کی ہو لیکن حمل ظاہر نہ ہوا ہو۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، یہ عہد نبوی کا واقعہ ہے۔ ان کے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اسے کہو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے، پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، پھر وہ حائضہ ہو، پھر پاک ہو جائے۔ اس کے بعد اگر چاہے تو اپنے نکاح میں باقی رکھے اور اگر چاہے تو مباشرت سے پہلے ایک طلاق دے دے۔ یہی وہ وقت ہے جس میں

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے یعنی حالت طہر میں۔"[1] جس نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ رجوع کرلے اور اپنے نکاح میں باقی رکھے یہاں تک کہ وہ دوبارہ حائضہ ہو پھر پاک ہو جائے، پھر اس طہر میں جس میں مباشرت نہ کی ہو، ایک طلاق دے دے، یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے۔ وقت اور عدد کے اعتبار سے یہی طلاق سنت ہے۔

حاملہ کو دی جانے والی طلاق واقع ہوتی ہے، اس میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔ جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم اس سے کہو کہ وہ بیوی سے رجوع کرلے، پھر وہ اسے پاکی کی حالت میں یا حالت حمل میں طلاق دے۔"[2]

بلاضرورت طلاق دینا مکروہ ہے۔ جب عورت دینی اعتبار سے راہ راست پر ہو، شوہر و بیوی کے آپسی تعلقات اچھے ہوں تو کچھ اہل علم کے مطابق اس طرح کی نارمل صورت حال میں طلاق دینا حرام ہے۔

شوہر کے لئے بیوی کو اس وقت طلاق دینا واجب ہے جبکہ بیوی دینی اعتبار سے راہ راست پر نہ ہو مثلاً وہ نماز چھوڑتی ہو یا نماز کو ضائع کرتی ہو یا ہمیشہ تاخیر سے نماز پڑھتی ہو اور شوہر کے سمجھانے اور وعظ و نصیحت کرنے کے باوجود اپنی حالت کو سدھارنے کی طرف متوجہ نہ ہو تو شوہر کے لئے ضروری ہے کہ اسے طلاق دے دے اور اس سے بہتر دیندار عورت سے شادی کرلے۔ اسی طرح شوہر کے لئے اس بیوی کو بھی طلاق دینا واجب ہے جو اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرنے والی نہ ہو۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں: اگر کسی کی بیوی زنا کا ارتکاب کرتی ہو تو شوہر کے لئے اس صورت حال کے ساتھ اسے نکاح میں باقی رکھنا صحیح نہیں ہے، اگر باقی رکھتا ہے تو وہ دیوث ہوگا۔

بیوی کے لئے کسی معقول شرعی سبب کے بغیر طلاق کا مطالبہ کرنا حرام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو عورت بلاوجہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اس کے لئے جنت کی خوشبو حرام ہے۔"[3]

---

1. صحیح بخاری (4908) صحیح مسلم (1471) الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔
2. صحیح مسلم (1471)
3. سنن ابی داوٗد (2226) سنن ترمذی (1187) امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ شیخ البانی نے صحیح سنن ترمذی میں اسے صحیح کہا ہے۔

اگر والدین یا ان میں سے کوئی ایک اپنے بیٹے کو حکم دے کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تو اس کی دو ممکنہ صورت ہو گی:

پہلی صورت: والد بیٹے کو طلاق کا حکم دینے کے ساتھ اس کا کوئی شرعی سبب بھی بیان کرے جو طلاق و علاحدگی کا متقاضی ہو مثلاً یہ کہے کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو اس لئے کہ اس کے اخلاق مشکوک ہیں کیونکہ یہ غیر مردوں سے عشقیہ باتیں کرتی ہے یا ایسے معاشرے میں اٹھتی بیٹھتی ہے جو صاف ستھرے نہیں ہیں وغیرہ۔ اس صورت میں بیٹا باپ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے بیوی کو طلاق دے گا، کیونکہ باپ نے اپنی کسی ذاتی خواہش کی بناء پر طلاق کا حکم نہیں دیا ہے بلکہ اپنے بیٹے کے بستر کو آلودگی سے بچانے کے لئے طلاق وعلاحدگی کا حکم دیا ہے، لہذا وہ اس صورت میں طلاق دے گا۔

دوسری بات: یہ ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو اس وجہ سے طلاق دینے کا حکم دے کہ بیٹا اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا ہے۔ میاں بیوی کی اس محبت پر باپ کو غیرت آتی ہو اور اس معاملہ میں ماں کو تو اور زیادہ غیرت آتی ہے۔ بہت سی مائیں جب اپنے بیٹے کو بیوی سے محبت کرتے دیکھتی ہیں تو حد درجہ غیرت کا شکار ہو جاتی ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے بہو نہ ہو سوکن ہو۔ ہم اللہ تعالی سے عافیت کے طالب ہیں۔ اگر ماں یا باپ اس طرح کی صورت میں بیٹے کو طلاق دینے کا حکم دیں تو بیٹے کے لئے اس حکم کو ماننا ضروری نہیں ہے، لیکن وہ اپنے والدین کی بھی دلجوئی کرے گا، بیوی کو اپنی زوجیت میں باقی رکھتے ہوئے ماں باپ کے ساتھ الفت و محبت کا اظہار کرے گا اور نرمی کے ساتھ انہیں قائل کرنے کی کوشش کرے گا، یہاں تک کہ وہ بیوی کو طلاق دلوانے کی ضد چھوڑ دیں، خاص طور پر تب جبکہ بیوی دینی اور اخلاقی اعتبار سے راہ راست پر ہو۔ [1]

فائدہ: طلاق کے اسباب کا بیان

شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ کہتے ہیں: طلاق کے بہت سے اسباب ہیں؛ مثلاً شوہر و بیوی کے درمیان ہم آہنگی کا فقدان، یعنی شوہر و بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے سے محبت نہ کرے یا دونوں ایک دوسرے سے محبت نہ کریں، بیوی کی بد خلقی، اچھی بھلی باتوں میں شوہر کی بات نہ ماننا، شوہر کا بد خلق ہونا، بیوی پر ظلم و زیادتی کرنا، اس کے ساتھ انصاف نہ کرنا، شوہر

---

[1] دروس وفتاوی الحرم المکی للشیخ محمد بن عثیمین (3/223)

کا بیوی کے حقوق ادا نہ کر پانا یا بیوی کا شوہر کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرنا، شوہر و بیوی میں سے کسی ایک کا یا دونوں کا گناہ میں لت پت ہونا۔ ان اسباب کی بناء پر مرد و عورت کا آپسی رشتہ بگڑ جاتا ہے اور اس کا نتیجہ طلاق کی صورت میں نکلتا ہے۔ شوہر و بیوی کے آپسی تعلقات خراب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ شوہر کو یا بیوی کو نشہ آور چیزیں استعمال کرنے یا سگریٹ نوشی کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ کبھی تعلقات خراب ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شوہر کے والدین یا ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بیوی کا سلوک ٹھیک نہیں ہوتا اور شوہر حکیمانہ طریقہ سے ان مسائل کو حل کرنے کا اہل نہیں ہوتا۔ کبھی زن و شو کے تعلقات کی خرابی کی وجہ عورت کی طرف سے صفائی ستھرائی کا خیال نہ رکھنا، اچھے کپڑے پہن کر شوہر کے لئے زیب و زینت اختیار کرنے میں لاپرواہی، اچھی خوشبو کا استعمال نہ کرنا، اچھے لہجہ میں بات نہ کرنا اور ملاقات کے وقت خوشدلی سے نہ ملنا ہوتی ہے۔[1]

خلع شوہر سے چھٹکارا پانے کے لئے عورت کا حق ہے

جب طلاق کا حصول مشکل ہو جائے تو اس کا شرعی علاج خلع ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیوی شوہر کو اس کی بے دینی و بدسلوکی کی وجہ سے ناپسند کرنے لگتی ہے۔ اس کی وجہ سے بیوی کے دل میں دائمی بغض پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے کہ انسان کا دل محبت و نفرت دونوں کا مرکز ہے، کوئی چاہ کر بھی اس طرح کی فطری کیفیات سے دامن نہیں بچا سکتا ہے۔ ان اسباب کی بناء پر بیوی شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو شوہر طلاق دینے کے لئے راضی نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں اسلامی شریعت کی فضیلت اور بندوں پر اللہ کی نعمت ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ اسلام نے بیوی کے لئے شوہر سے علاحدگی اختیار کرنے کا ایک شرعی حل پیش کیا ہے، اگرچہ شوہر ظالمانہ طور پر اسے رشتہ ازدواج میں باندھ کر رکھنا چاہتا ہو اور وہ شرعی حل خلع ہے۔

خلع یہ ہے کہ بیوی کچھ مال کے عوض مخصوص الفاظ کے ذریعہ شوہر سے علاحدگی حاصل کرلے۔ اس علاحدگی کو خلع کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ بیوی خود کو شوہر سے چھٹکارا دلاتی ہے جیسے انسان لباس اتار کر اس سے چھٹکارا حاصل

---

[1] فتاوی کتاب الدعوۃ (2/237)

کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "هن لباس لكم و أنتم لباس لهن" (عورتیں تم مردوں کا لباس ہیں اور تم ان عورتوں کے لئے لباس ہو) 1

خلع کی مشروعیت کی اصل قرآن و سنت اور اجماع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فلا جناح عليهما فيما افتدت به" (عورت رہائی پانے کے لئے کچھ دے ڈالے تو اس میں دونوں پر کچھ گناہ نہیں) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے شوہر ثابت بن قیس کی دینداری و اخلاق کے بارے میں انہیں مطعون نہیں کر رہی ہوں لیکن میں اسلام کی حالت میں کفر (ناشکری) کو ناپسند کرتی ہوں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم ان کا دیا ہوا باغ واپس کر دو گی؟" انہوں نے کہا: ہاں، تب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم یہ باغ لے لو اور اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دو۔" خلع کی مشروعیت پر ائمہ اسلام کا اجماع ہے۔

خلع کی حکمت یہ ہے کہ کبھی بیوی شوہر کے اخلاق یا اس کی خلقت یا اس کی دینداری کی کمی کو ناپسند کرتی ہے یا شوہر کے حق کو ضائع کرنے کے گناہ سے ڈرتی ہے تو ان صورتوں میں بیوی کے لئے خلع کے ذریعہ شوہر سے آزادی حاصل کرنا جائز ہے۔ وہ کچھ مال دے کر شوہر سے چھٹکارا پائے گی۔ شوہر بھی مالی عوض لے کر بیوی کو اپنی زوجیت سے آزاد کر سکتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر بیوی شوہر کو ناپسند کرتی ہو جبکہ شوہر بیوی سے محبت کرتا ہو تو اس صورت میں میں بیوی کو خلع کا حکم نہیں دیتا۔ بیوی کو صبر سے کام لینا چاہیئے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب بیوی شوہر کو ناپسند کرتی ہو جبکہ شوہر بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہو تو اس صورت میں شوہر سے بیوی کو جدا کرنے کی صرف درخواست کی جائے گی، اس کے لئے علاحدگی کو لازم نہیں کیا جائے گا، اگر شوہر بیوی کو زوجیت سے الگ کر دے تو ٹھیک ورنہ عورت کو صبر کرنے کا حکم دیا جائے گا جبکہ فسخ نکاح کو جائز کرنے والا کوئی دوسرا سبب موجود نہ ہو۔ 2

---

1 حاشیۃ الروض المربع علی زاد المستقنع (6/459)

2 حاشیۃ الروض المربع علی زاد المستقنع (6/461) حاشیہ (3)

خلع فسخ نکاح کی ایسی صورت ہے جس میں بیوی کی مرضی کے بغیر شوہر کو رجوع کا حق نہیں ہوتا ہے۔ بیوی راضی ہو جائے تو نئے نکاح کی ضرورت ہوگی۔ نیز تعداد طلاق میں خلع کا شمار نہیں ہوگا۔

سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ رہن سہن اور ازدواجی زندگی کے تسلسل میں سسرالی رشتہ دار کا کردار

عربی زبان میں اس کے لئے صھر جمع أصھار کا استعمال ہوتا ہے اور اس کا اطلاق مرد کی بیٹی کے شوہر یعنی داماد اور مرد کی بہن کے شوہر یعنی بہنوئی پر ہوتا ہے، کبھی اس کا اطلاق بیوی کے باپ اور بھائیوں پر بھی ہوتا ہے۔[1] شوہر و بیوی کی ازدواجی زندگی کے تسلسل میں ان سسرالی رشتہ داروں کا بہت بڑا رول ہے۔ بیوی کے باپ کو ہمیشہ اس سے باخبر رہنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ شوہر کے ساتھ اس کی بیٹی کے تعلقات کیسے چل رہے ہیں۔ اسی طرح بیوی کے بھائیوں کو بھی اپنی بہن کی خیر گیری کرنی چاہئے۔ یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ ازدواجی زندگی ہمیشہ ایک حالت پر برقرار نہیں رہتی ہے۔ کوئی دن اچھا گزرتا ہے تو دوسرے دن شوہر و بیوی میں سے کسی کو تکدر محسوس ہوتا ہے، کسی دن دونوں ایک دوسرے سے خوش ہوتے ہیں تو دوسرا دن غصہ کی حالت میں گزرتا ہے۔ اگر شوہر و بیوی ناپسندیدہ صورت حال کا سامنا کر رہے ہوں تو بیوی کے والد یا بھائی کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ شوہر و بیوی کے درمیان جھگڑے کے اسباب کو ختم کرنے کی کوشش کریں اور اس معاملہ میں شوہر کے ساتھ نرمی سے بات کریں، خاص طور پر ان مسائل کو سلجھانے میں یہی طریقہ کارگر و مفید ہے جو اکثر و بیشتر زن و شو کے درمیان پیش آتے رہتے ہیں۔ ہم آگے کچھ مثالیں پیش کر رہے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کچھ ازدواجی اختلافات اور مسائل کو حل کرنے میں بیوی کے والد اور بھائی کا اہم رول ہوتا ہے۔

اس کی ایک مثال سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو علی رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہیں تھے۔ آپ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا: "تمہارے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟" انہوں نے عرض کیا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ کہا سنی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ مجھ سے خفا ہو گئے اور کچھ بتائے بغیر باہر نکل گئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو حکم دیا کہ دیکھو وہ کہاں ہے؟ انہوں

---

[1] دیکھئے: لسان العرب، مادۃ (صھر) (4/471)

نے آکر بتایا کہ اے اللہ کے رسول! وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لائے تو وہ لیٹے ہوئے تھے، ان کے پہلو سے چادر نیچے گر گئی تھی اور ان کے جسم میں مٹی لگ گئی تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے ان کے جسم سے مٹی صاف کرنے لگے: "اے ابو تراب! اٹھ جاؤ، اے ابو تراب اٹھ جاؤ۔"[1]

اس حدیث سے کئی طرح کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ بیوی کے والد کو اپنی بیٹی سے دریافت کرتے رہنا چاہئے کہ شوہر کے ساتھ اس کے تعلقات کیسے چل رہے ہیں۔ اگر شوہر وبیوی کے درمیان وقتی طور پر ناراضگی ہو جائے تو شوہر کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کے لئے اس سے نرمی سے بات کرنی چاہئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شوہر وبیوی کے درمیان معمولی سی کہا سنی ہو جائے تو اسے مبالغہ کے ساتھ بڑھا چڑھا کر نہیں بیان کرنا چاہئے اور نہ اس کی آڑ میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانا چاہئے۔ اس موقع پر فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ "ہمارے اور ان کے درمیان کچھ کہا سنی ہو گئی تھی تو وہ مجھ سے خفا ہو گئے" اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے شوہر ان سے عام سی معمولی بات پر ہی خفا ہوئے تھے۔ اگر وہ دین ومروءت کا معاملہ ہوتا تو اسے وہ ضرور بیان کرتیں۔

میں کہتا ہوں: بہت سارے والد اور بھائیوں کا حال یہ ہے کہ جب شوہر وبیوی کے درمیان اختلاف و جھگڑا ہو جاتا ہے تو وہ اپنی لڑکی ہی کا ساتھ دیتے ہیں، چاہے وہ حق پر ہو یا نہ ہو جبکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ دونوں کے درمیان اصلاح کی کوشش کی جائے اور شوہر کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا جائے۔ پر سکون وخوشحال ازدواجی زندگی کے لئے یہی سب سے سیدھی راہ ہے۔

دوسری مثال: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بیویاں آپ کو جواب دیتی ہیں تو وہ اپنے گھر سے چلے اور اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے اور ان سے دریافت کیا: کیا تم میں سے کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دن بھر ناراض رکھتی ہے یہاں تک کہ رات ہو جاتی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں کبھی ایسا ہوتا ہے۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تب تو تم نامراد ہو گئی اور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئی۔ کیا تم لوگوں کو یہ اندازہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہو گا اور پھر تم ہلاک ہو جاؤ گی؟ اس کے بعد انہوں نے جو

---

[1] صحیح بخاری (441) صحیح مسلم (2409)

بات کہی وہی محل استشہاد ہے۔ انہوں نے کہا: تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فرمائش نہ کیا کرو، نہ کسی بات کا پلٹ کر جواب دیا کرو اور نہ ناراضگی کی وجہ بے رخی اختیار کیا کرو۔ تم کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھ سے مانگ لیا کرو ..... الحدیث [1]

آپ ملاحظہ کیجئے کہ اپنی بیٹی کے تعلق سے عمر رضی اللہ عنہ کی چاہت کیا ہے۔ ان کی بیٹی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہے اس کے کس قدر وہ خواہشمند ہیں۔ بیوی کے والد اور بھائی کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔ ان میں سے ہر ایک کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ان کی لڑکی کا تعلق اس کے شوہر کے ساتھ مضبوط رہے۔ اگر اس کے لئے مال خرچ کر کے بیٹی کی کچھ ضرورتیں پوری کرنی پڑیں تو اس سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ ایسا کرنا تب اور ضروری ہو جاتا ہے جبکہ شوہر دیندار اور صاحب امانت و مروءت ہو۔ ایسے شوہر کے معاملہ میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

تیسری مثال: شوہر کے لئے ہے۔ شوہر کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے گھر والوں کا ادب واحترام کرے، ان کے جذبات کا خیال رکھے، اس لئے کہ ان لوگوں نے اپنی عزت اس کے حوالہ کی ہے اور اپنے دل کے ٹکڑے کو اس کے سپرد کیا ہے۔ اس احسان کا بدلہ اہانت، بے ادبی سے کبھی نہیں دینا چاہئے اور نہ ان کے جذبات کو مجروح کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے داماد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ادب کی ایک جھلک پیش کر رہے ہیں۔ اس میں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا کس حد تک خیال رکھا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے جسم سے بکثرت مذی کا اخراج ہوتا تھا، اس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے میں مجھے شرم آتی تھی، کیونکہ آپ کی صاحبزادی میری زوجیت میں تھی۔ میں نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسا شخص اپنی شرمگاہ کو دھوئے گا اور وضو کرے گا۔" [2] علی رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت تھی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے ان کے نکاح میں ہونے کی وجہ سے انہوں نے خود اپنی زبان سے اس مسئلہ کو دریافت کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس طرح کے جنسی مسئلہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتے ہوئے انہیں شرم آئی تو انہوں نے ایک صحابی کو واسطہ بنایا اور ان کے ذریعہ مسئلہ دریافت کیا۔

---

1. صحیح بخاری (5191)
2. صحیح بخاری (178) صحیح مسلم (303) الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

میں کہتا ہوں: کچھ شوہروں کا حال یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ خلوت میں پیش آنے والے معاملات کو بیوی کے بھائی یا والد کے سامنے قصداً بیان کرتے ہیں۔ یہ نازیبا حرکت دو اعتبار سے قابل مذمت ہے۔ ایک تو یہ کہ ایسا کرنے والا ایک ممنوع کام کو انجام دیتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلوت میں شوہر و بیوی کے درمیان ہونے والے معاملات کو بیان کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔ دوسرے یہ کہ بیوی کے والد یا بھائی کے سامنے اس طرح کی باتوں کو بیان کرکے ان کے جذبات کو مجروح کیا جاتا ہے۔

خانوادۂ نبوت سے حسن معاشرت کے چند نمونے

اس میں شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات کے ساتھ جو طرز معاشرت تھا وہ کسی بھی مومن کی ازدواجی زندگی کے لئے ایک کامل نمونہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات کے ساتھ سلوک و معاملہ مومنوں کے لئے بہترین اسوہ ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے یہاں خانوادۂ نبوی میں پیش آنے والے چند واقعات کا ذکر کریں گے جن سے معلوم ہوگا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے ساتھ کس طرح زندگی گزارتے تھے۔ اس کا مقصد بس یہی ہے کہ ہم آپ کے اسوہ کو اختیار کریں۔

1۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: "مجھے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کب تم مجھ سے خوش ہو اور کب ناراض ہو۔" انہوں نے کہا: آپ کو میری خوشی و ناراضگی کا اندازہ کیسے ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو: نہیں، محمد کے رب کی قسم اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: نہیں، ابراہیم کے رب کی قسم۔" عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ کا اندازہ بالکل صحیح ہے، اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم غصہ کی حالت میں میں صرف آپ کا نام لینا ترک کر دیتی ہوں۔[1] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال کی صورت حال سے واقف رہنے کی کوشش کرتے تھے اور ان کی خوشی و ناراضگی کی حالت کو جانتے تھے۔

---

[1] صحیح بخاری (5228) صحیح مسلم (2439)

2۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میرے گھر تشریف لائے اور دریافت فرمایا: "کیا گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہے؟" ہم نے عرض کیا: نہیں، آپ نے فرمایا: "تب میں روزہ سے ہوں۔"[1].... الحدیث۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی زندگی میں بسا اوقات کتنے سخت حالات پیش آتے تھے اور وہ اللہ کے اجر وثواب کی امید میں صبر کرتی تھیں۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ کبھی ایک یا دو ماہ ایسے گزر جاتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں میں چولہے نہیں جلتے تھے۔

اس حدیث سے سخت حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن عمل بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ کو گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں ملی تو آپ نے اس حالت کو رب کی اطاعت وعبادت کی طرف موڑ دیا اور اپنی زوجہ کے ساتھ نہ بدسلوکی کی نہ ان کو لعنت ملامت کی۔ آج بہت سے شوہروں کا حال یہ ہے کہ جب وہ گھر میں آتے ہیں اور کھانا تیار نہیں ملتا تو پوری دنیا سر پر اٹھالیتے ہیں۔

3۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن کے پانی سے ایک ساتھ غسل کرتے، آپ غسل کے لئے پانی کے استعمال میں مجھ سے سبقت فرماتے تو میں کہتی: میرے لئے بھی چھوڑیئے، میرے لئے بھی چھوڑیئے۔ وہ مزید بیان کرتی ہیں کہ وہ دونوں حالت جنابت سے پاک ہونے کے لئے غسل کر رہے ہوتے تھے۔[2] اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک بہترین شوہر تھے، آپ اپنی زوجہ کے ساتھ ایک برتن میں موجود پانی سے غسل کرلیتے تھے۔ ہمارے اس دور میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو بیوی کے ساتھ ایک لحاف میں سونا بھی پسند نہیں کرتے، کچھ لوگ بیوی کے ساتھ کھانا کھانے سے گریز کرتے ہیں۔ اس کا سبب اکثر وبیشتر خاندانی عادات واطوار ہوا کرتا ہے۔

4۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھیں تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوڑ میں آگے نکل گئیں، پھر جب ان کا جسم پہلے سے زیادہ تندرست ہوگیا اور دوڑ کا مقابلہ ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے آگے نکل گئے۔ اس موقع

---

[1] صحیح مسلم(1154)

[2] صحیح بخاری(261) صحیح مسلم(321)الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

پر آپ نے فرمایا: "یہ اس کا بدلہ ہے" 1۔ اس حدیث نبوی میں بیوی کے ساتھ نرمی و مہربانی کا سلوک کرنے اور اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے کی تعلیم موجود ہے۔ اس سے شوہر کی قدر و منزلت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔

5۔ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حالت حیض میں اپنی بیویوں سے کپڑے کے اوپر سے لطف و لذت حاصل کرتے تھے۔ 2 عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روزہ کی حالت میں بیویوں کے ساتھ بوس و کنار کیا کرتے تھے اور وہ تم لوگوں سے زیادہ اپنی شہوت کو قابو میں رکھنے والے تھے۔ 3 حالت حیض میں مباشرت سے مراد بیوی کے ساتھ بوس و کنار، گلے ملنا اور شرمگاہ میں دخول کے بغیر لطف و لذت حاصل کرنا ہے۔ روزہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ مباشرت میں بوس و کنار، چھونا اور گلے ملنا وغیرہ شامل ہے۔ جس شخص کو اپنی جنسی شہوت کے بے قابو ہونے کا اندیشہ ہو وہ حیض اور روزہ کی حالت میں بیوی سے جائز طور پر لذت حاصل کرنے سے دور ہی رہے گا تاکہ وہ حد ممنوع میں داخل نہ ہو جائے۔ روزہ اور حیض کی حالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیویوں کے ساتھ بے تکلفی کے لمحات گزارنے، ان کے ساتھ کھیلنے اور انہیں خوش کرنے میں رکاوٹ نہیں بنی۔

6۔ ابراہیم اسود کی روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے بتایا: آپ اپنی بیویوں کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے، جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے مسجد چلے جاتے۔ 4 ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: حدیث میں لفظ "أھل" استعمال ہوا ہے، اس سے مراد اپنی ذات ہے یا وہ چیز مراد ہے جو اس سے زیادہ عام ہو۔ شمائل ترمذی میں اس کی تفسیر عمرۃ عن عائشہ کی سند سے ان الفاظ میں آئی ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام لوگوں کی طرح ایک انسان تھے، اپنے کپڑے سے جوئیں نکالتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے اور اپنے کام کر لیتے تھے۔ 5

---

1. سنن ابی داؤد (2578) شیخ البانی نے صحیح سنن ابی داؤد (2248) میں اسے صحیح کہا ہے۔
2. صحیح بخاری (303) صحیح مسلم (294) الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔
3. صحیح بخاری (1972) صحیح مسلم (1106) الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔
4. صحیح بخاری (676)
5. فتح الباری میں دیکھئے حدیث نمبر (676) کی تشریح